اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ (القرآن)

دارالافتاء
جامعہ محمدیہ معینیہ

تحقیقاتِ مسئلۂ خطا کا شرعی جائزہ

شیخ الحدیث والتفسیر

مفتی نذیر احمد سیالوی حفظہ اللہ تعالیٰ

جامعہ محمدیہ معینیہ

جڑانوالہ روڈ فیصل آباد پاکستان

0300-8092933

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

قال اللہ تعالیٰ:

فلا و ربّك لا یؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینھم ،الآیة۔

و قال اللہ تعالیٰ: و لتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یأمرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئك ھم المفلحون۔

و قال رسول اللہ ﷺ :من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلك اضعف الایمان ۔ (رواہ مسلم)

سبب تالیف: قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حسبِ استطاعت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اہم فریضہ ہے۔ جبکہ یہ بھی ایک حقیقت واقعیہ ہے کہ اس کی ادائیگی میں انتہائی غفلت ہو رہی ہے۔ دنیا والوں کی ناراضگی سے بچنا ضروری سمجھا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ اور اُس کے پیارے محبوب کریم ﷺ کی ناراضگی کی فکر کم کی جارہی ہے۔ دوسری طرف مکر وفریب کا بازار گرم ہے، سنیت کے نام پر گمراہی پھیلائی جارہی ہے، سادہ لوح مسلمان کدھر جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی سنیت پر ثابت قدم رکھے اور اسی پر دنیا سے اُٹھائے جو ''ما انا علیہ و اصحابی،، (حدیث نبوی) کی معنوی تصویر ہے۔ اسلام سے اخلاص اور اہل اسلام کی سچی خیر خواہی کرنے کی سعادت سے نوازے رکھے اور کلمہ حق بلند کرنے میں لا یخافون

لومة لائم (القرآن) کا عملی مظاہرہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور تمام فتنوں سے اپنی حفاظت میں رکھے اور اہل سنت کو سازشوں کا شکار ہونے سے نجات عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین

بفضلہٖ تعالیٰ راقم الحروف نے اہل اسلام کی خیر خواہی کے لیے مسئلۂ خطا پر پہلے بھی لکھا ہے جو ''محفوظیت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا،، کے نام سے چھپا ہے اور طالبانِ حق کے لیے کافی ہے، اس میں نفسِ مسئلہ پر دلائل کثیرہ اور ازالۂ شبہات احسن انداز میں کر دیا ہے اس کے بعد اس مسئلہ پر مزید لکھنے کی ضرورت تو نہیں سمجھی تھی لیکن چونکہ معترضین حضرات تا حال تحقیق کے نام پر اہل سنت کے عظیم فاضل پر سیدہ پاک کی گستاخی کرنے کے فتوے جاری کر رہے ہیں اور کچھ نئے مغالطات اور شبہات بھی لائے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مزید اِتمام حجت اور اتباعِ شرع کا احساس دلانے کے لیے کچھ معروضات سپرد قلم کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بڑی اُمید ہے کہ اس تحریر کے ذریعے حق اور بھی خوب واضح ہو جائے گا اور ایسی تحقیقات پیش کرنے والے حضرات بھی اپنے اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے قبولِ حق میں دیر نہیں کریں گے اس لیے کہ یہ حضرات غلط فہمی کی بنا پر اپنی غلطی پر اصرار کر رہے ہیں۔ شبہات اور مغالطات کے ازالہ کے بعد جب ان حضرات کا کوئی عذر ہی باقی نہیں رہ جائے گا تو ان کے اخلاص سے یہ بعید ہے کہ اپنے موقف سے رجوع اور قبولِ حق کا اعلان نہ کریں۔ اس لیے کہ ہمارا مقصود بھی ان پر طعن نہیں ہے بلکہ ان کی خیر خواہی ہے۔ ان کی صرف توجہ ہٹ گئی ہے ورنہ مسئلہ کی صحیح صورت جاننا ان کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔

اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ۔

واضح رہے کہ اس تحریر میں صرف احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے مسئلۂ خطا میں معترضین کے موقف اور دلائل کا شرعی جائزہ پیش کرنا مقصود ہے۔

شریعت مطہرہ کی اتباع سب پر فرض ہے اس لیے وہ لوگ اپنی اصلاح ضرور کر لیں جن کے نزدیک حقانیت کا معیار صرف یہی ہے کہ ہمارے حضرت صاحب نے جو فرما دیا ہے یا جس کی تائید اور حمایت کی ہے وہی حق ہے اور اس کا خلاف باطل ہے۔ اس لیے کہ حق اور باطل کے درمیان امتیاز کرنے کا یہ معیار شرعی نہیں ہے بلکہ ذوقی ہے جس کی دین اسلام میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔ کیا حضرت صاحب سے کسی مسئلہ میں غلطی نہیں ہو سکتی؟

اس لیے کسی حضرت صاحب کی باطل رائے کو حق ثابت کرنے کے لیے شریعت مطہرہ پر بہتان نہ باندھیں۔ (واضح رہے کہ ہماری مراد معاصرین حضرات ہیں) نہایت افسوس ہے ان لوگوں پر جنہوں نے مسئلۂ خطا میں شریعت مطہرہ کو اپنا نصب العین بنانے کی بجائے اپنے ذوق کو حاکم بنا رکھا ہے اور پھر اپنے ذوقی حکم کو شرعی حکم قرار دے دیا ہے جب کہ یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ اور حضور رسول اکرم ﷺ پر افتراء اور بہتان ہے اور شریعت خود گھڑنا ہے۔ **نعوذ باللہ من ذٰلک۔**

اور پھر اس حکم ذوقی کو حکمِ شرعی ثابت کرنے کیلئے صریحاً دھاندلی کا مظاہرہ بھی کر رہے ہیں۔ **نعوذ باللہ من ذلك۔**

گزارش ہے کہ اہل سنت کے نزدیک عظمتِ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاسبانی بلاشبہ لازم اور ضروری ہے لیکن اس میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جواب دہی کی فکر پیشِ نظر رکھنا بھی فرض ہے۔ اس لیے عظمتِ سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاسبانی سچے اصولوں کی بنیاد پر ہونا لازم اور ضروری ہے نہ کہ دھاندلی کے ساتھ جو دنیوی معاملات

میں بھی حرام ہے چہ جائیکہ دین اور شریعت میں،

مسئلۂ خطا کا پسِ منظر اور پیشِ منظر:

مسئلۂ خطا کے بارے میں چونکہ کافی لوگ حقیقی صورتحال سے بے خبری کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں اس لیے انہیں اس مسئلہ کی اصل نوعیت جاننے کے لیے اس کا پسِ منظر اور پیشِ منظر معلوم ہونا ضروری ہے۔

پھر ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے لیے بھی روز روشن کی طرح واضح ہوجائے گا کہ اہل سنت کے عظیم فاضل نے جوکہا، معترضین حضرات کا اسے سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی قرار دینا شرعی اصول کی بنیاد پر ہے یا خلافِ شرع محض ذوق اور جذبات اور دھاندلی کے زور پر ہے اور پھر اس دھاندلی کو شریعت باور کروانے کے لیے اصل مسئلہ سے غیر متعلقہ آیات واحادیث اور علماء اعلام کی نقول وعبارات کے حوالہ جات کی کثرت سے یہ تاثر دینا کہ نفس مسئلہ پر اس قدر دلائل ہیں، دوسری زیادتی ہے۔

أقول وباللہ التوفیق:

تمام اہل علم حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ روافض بڑے بڑے اجتماعات میں مسئلہ فدک کی تشریح اپنی مرضی کی کر کے عوام الناس کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ انٹرنیٹ پر بھی ایسی تقاریر بکثرت موجود ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق، امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم، امیر المؤمنین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر افتراء اور بہتان باندھتے ہیں کہ انہوں نے اہل بیت اطہار پر ظلم کیا ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور نبی کریم ﷺ کی میراث نہیں دی یہاں تک کہ ایک ٹی وی چینل پر بھی حضور نبی کریم ﷺ کے خلیفہ بلافصل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر

ظلم کرنے کا افتراء اور بہتان باندھ کر آپ کی گستاخی کی گئی، اور یہ امر بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ عامۃ المسلمین کو گمراہی اور بدعقیدگی سے بچانا علماء کرام کا فریضہ ہے، بالخصوص جبکہ جدید وسائل کے ذریعے گمراہی کی تبلیغ عام ہورہی ہے۔

اور حضور نبی کریم ﷺ کی میراث کا مسئلہ اگرچہ علمائے حق تقریر وتحریر کے ذریعے واضح کرتے چلے آرہے ہیں لیکن جب بدعقیدگی وسیع پیمانے پر پھیلائی جارہی ہے تو اسی قدر اہتمام کے ساتھ اصل مسئلہ کی وضاحت کرنا بھی لازم اور ضروری ہے، تو حالات کی اس نزاکت کے پیشِ نظر اہل سنت کے ایک عظیم فاضل نے مخالفین کی غلط بیانی اور افتراء و بہتان کی حقیقت واضح کرنے کے لیے دو عظیم اجتماعات میں اس مسئلہ کی وضاحت کی اور بحمد اللہ تعالیٰ ان اجتماعات میں کثیر تعداد میں علماء کرام اور دینی مدارس کے طلباء اور سکول وکالج کے اساتذہ وغیرہ تقریباً ہر طبقہ کے لوگ تھے۔

''عدالتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیمینار،، لاہور میں اور ''سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیمینار،، گجرات کے ایک قصبہ میں ہوا اور ان خطابات کے سامعین میں سے کسی ایک شخص نے بھی ان خطابات کے کسی ایک جملہ اور فقرہ پر بھی اعتراض نہیں کیا کہ فلاں کلمات اور الفاظ سے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بے ادبی اور توہین وگستاخی لازم آتی ہے اس لیے آپ اپنے یہ الفاظ واپس لیں اور توبہ کریں، نہ خطابات کے دوران اعتراض کیا گیا اور نہ ہی خطابات کے بعد۔

اور پھر یہ خطابات انٹرنیٹ پر موجود ہونے کی وجہ سے بکثرت لوگ سنتے رہے لیکن حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی کیا جانا کسی نے محسوس تک نہیں کیا۔ یہاں تک کہ تین ماہ گزرنے کے بعد کچھ لوگوں نے جو اِن خطابات کے سامعین

سے نہ تھے شور مچایا کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین اور گستاخی کی گئی ہے ان کی طرف خطا کی نسبت کر دی گئی ہے بس پھر تو ان کے الفاظ پر غور وفکر کرنے اور ان کا صحیح معنی ومفہوم جاننے کی ضرورت محسوس کیے بغیر اہل سنت کے اس عظیم فاضل پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خطا کار قرار دینے کا الزام لگا کر سنیت پر وہ ظلم کیا گیا کہ چشم فلک نے اس سے قبل نہ دیکھا ہوگا۔

اور سوشل میڈیا کے ذریعے تاثر یہ دیا گیا کہ جیسے سب علماء اس پر متفق ہیں کہ اس فاضل نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی واقعی طور پر کی ہے جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے کیونکہ علمائے اہل سنت کی بھاری تعداد جن میں شیوخ الحدیث والتفسیر و دیگر اساتذہ ومدرسین اور دوسرے فضلاء کرام سب اس بات کو بخوبی سمجھ رہے تھے کہ یہ ایک فتنہ اور سازش ہے جس کی بنا پر اصولِ اسلام کے خلاف محض تحکم اور سینہ زوری سے گستاخی کرنے کا بہتان ہے حتی کہ اس فاضل محترم کو رجوع کی دعوت دینے والے اکثر فضلاء کرام بھی یہ کہہ رہے تھے کہ موقف آپ کا درست ہے آپ نے گستاخی نہیں کی لیکن فتنے سے بچنے کے لیے آپ رجوع کر لیں البتہ غلط فہمی کی وجہ سے کافی مخلصین بھی اس سازش کا شکار ہو گئے تھے۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اہل سنت کے اس عظیم فاضل نے سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کوئی گستاخی ہرگز نہیں کی البتہ مسئلۂ فدک میں درحقیقت اجتہادی خطا کی نسبت ضرور کی ہے جو اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے اور اجتہادی خطا کا گستاخی سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے اس لیے کہ وہ گناہ اور معصیت ہرگز نہیں ہے۔

مذہبِ اہل سنت میں اس عقیدہ کے اجماعی اور قطعی ہونے پر دلائل کثیرہ کا بیان اور ازالۂ شبہات ''محفوظیتِ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا'' میں کیا جا چکا ہے جبکہ دوسرے فضلاء

کرام کی تحریرات اس پر مستزاد ہیں لیکن افسوس ہے کہ کچھ حضرات کو تا حال اپنی غلطی کا احساس نہیں ہو رہا اور وہ ڈٹے ہوئے ہیں کہ گستاخی کی گئی ہے اور اس پر انہوں نے اپنا مبلغ علم صرف کر دیا ہے تو ایسے حضرات کی خیر خواہی کے لیے ان کی بادشاہی کی کچھ نشاندہی کر رہا ہوں اس اُمید پر کہ اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے قبولِ حق میں تاخیر نہیں کریں گے۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

پہلے خطاب کے متنازعہ الفاظ اور ان کا صحیح معنی ومفہوم:

جن الفاظ پر اعتراض ہے پورے ربط کے ساتھ ملاحظہ کریں تاکہ ان سے مطلب ومراد جاننے میں دشواری نہ ہو۔ چنانچہ فاضل جلیل نے کہا:

''رافضی کہتے ہیں ابوبکر حدیث سے استدلال کر رہے تھے اور ادھر فاطمۃ الزہراء قرآن پڑھ رہی تھی حدیث اور قرآن کا کیا مقابلہ ہو سکتا ہے، تو پیر مہر علی شاہ نے کہا: قرآن جس بارے میں ہے اس بارے میں تو مقابلہ نہیں ہو سکتا لیکن ''یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ'' میں سرکار کا ذکر ہی نہیں ہے سرکار کی اُمت کا ذکر ہے، لہٰذا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اگر یہ دلیل پیش کی تھی تو پھر بھی معصوم نہیں تھیں غلطی ہو گئی'' بلفظہٖ۔

یہ عبارت بغور ملاحظہ فرمالیں اس میں ''غلطی ہوگئی'' پر اعتراض ہے کیا اس میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی کی گئی ہے؟ اس حقیقت کو جاننا کچھ مشکل نہیں۔

أقول و باللہ التوفیق:

اس عبارت کا صحیح معنی ومفہوم جاننے کے لیے چند امور پیش نظر رکھنا لازم اور ضروری ہیں

(۱) طیبہ طاہرہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں بات

ہورہی ہے اور بات کرنے والا کوئی عامی شخص نہیں بلکہ بحمد اللہ تعالیٰ اہل سنت کا عظیم فاضل ہے، اور بات بھی کثیر تعداد میں علماء، دینی مدارس کے طلباء اور مذہبی ذوق رکھنے والے عوام اہل سنت کے اجتماع میں عقیدہ اہل سنت کے بیان اور تحفظ اور عامۃ المسلمین کو گمراہی سے بچانے کے لیے تھی

(۲) اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فدک وغیرہ میراث نبوی کا جو تقاضا کیا تھا تو ازروئے شرع اپنا حق سمجھا تھا اگرچہ اس مسئلہ میں اصل حکم شرعی جاننے میں آپ مصیبہ نہ تھیں اس لیے کہ آپ کا موقف حدیث نبوی : لانورث ما ترکنا فھو صدقة '' کے خلاف تھا۔ یہ آپ کی اجتہادی خطا تھی جو آپ کی شان کے خلاف نہیں ہے۔

(۳) "یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ الآیۃ" میں اُمت کی میراث کے احکام کا بیان ہے۔

(۴) لفظِ خطا اور غلطی کے مختلف معانی ہیں اس لیے اس کے معنی کی تعیین کے لیے اس کا سیاق وسباق ملحوظ رکھنا لازم اور ضروری ہے جیسا کہ لفظ مشترک کے بارے میں ضابطہ اور اصل ہے اور اگر سیاق وسباق سے لفظ مشترک کے معنی کی تعیین نہ ہو سکے بلکہ متعدد معانی کا احتمال ہو لیکن صاحبِ کلام کی طرف سے اس کی مراد کا بیان اور وضاحت آجائے اور وہ ان معانی محتملہ سے ایک کی تعیین کردے تو اس کو قبول کرنا بھی شرعاً لازم اور ضروری ہے۔

اور اگر سیاق وسباق سے لفظ مشترک کے معنی کی تعیین ہو رہی ہو پھر اسی معنی کے بارے میں صاحبِ کلام کی طرف سے مراد اور مقصود ہونے کا بیان اور تصریح بھی آجائے تو اس لفظ کے معنی کی تعیین قطعی ہوگی۔ اب کوئی دوسرا معنی متکلم کی مراد اور مقصود قرار دینا اس

عبارت کی تحریف اور صاحبِ کلام پر افتراء اور بہتان ہے۔

(۵) روافض کا مذہب یہ ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا معصوم تھیں۔ نیز ان کا مذہب یہ ہے کہ معصومین سے اجتہادی خطا کا صدور نہیں ہوسکتا۔

(۶) ان عبارات میں میراثِ نبوی کے بارے میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلے موقف اور مطالبۂ میراث کا شرعاً حق وصواب یا خطا اور غیر صواب ہونے کا بیان مقصود ہے

شیعہ اور روافض کے نزدیک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مطالبۂ میراث ازروئے شرع حق وصواب تھا جبکہ اہل سنت کے نزدیک شرعاً حق وصواب نہ تھا بلکہ خطا اور نادرست تھا۔ اور یہ آپ کی اجتہادی خطا تھی۔

اِن اُمور مذکورہ کو ملحوظ رکھنے کے بعد اب اس عبارت کا معنی ومفہوم روز روشن کی طرح واضح ہے اور وہ اس طرح کہ جب اس آیت مبارکہ یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ الآیۃ ، میں حضور نبی کریم ﷺ کی میراث کا بیان ہی نہیں ہے بلکہ اُمت کی میراث کے بارے میں ہے لہٰذا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اگر تو حضور نبی کریم ﷺ کی مالی میراث ہونے اور اس میں اپنا حق ثابت کرنے کے لیے یہ آیت مبارکہ بطور دلیل پیش کی تھی تو یہ آپ سے اجتہادی خطا ہے، آپ کا یہ دلیل پیش کرنا صواب اور درست نہیں تھا۔ آپ کو غلط فہمی ہوگئی۔

(کسی شرعی مسئلہ میں اصل حکم شرع جاننے میں عالم مجتہد کو پوری سعی کے باوجود غلط فہمی ہوجانا اس کی اجتہادی خطا ہے) جبکہ لفظِ غلطی کے معانی میں ایک معنی: غلط فہمی اور دوسرا معنی: نادرستی، معترضین حضرات نے بھی کتبِ لغات سے بقلم خود نقل کیا ہے۔

تو ''غلطی ہوگئی'' کا معنی ہے: غلط فہمی ہوگئی اور یہ غلط فہمی آپ کی اجتہادی خطا ہے جو گناہ اور معصیت نہیں ہے لہٰذا اس کی نسبت کرنے میں کوئی بے ادبی اور گستاخی ہرگز نہیں ہے۔

اور یہ جو کہا ہے کہ ''اگر یہ دلیل پیش کی تھی تو پھر بھی معصوم نہیں تھی غلطی ہوگئی'' اس سے مذہبِ روافض کی تردید مقصود ہے جو اہل بیت کو معصوم مانتے ہیں اور معصوم سے اجتہادی خطا کا صدور بھی جائز نہیں سمجھتے۔

جب روافض کے نزدیک اجتہادی خطا عصمت کے منافی ہے تو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اجتہادی خطا کا ثبوت، اہل بیت کے بارے میں روافض کے عقیدۂ عصمت کے باطل ہونے پر حجت قطعیہ ہے۔ وللہ الحمد۔

دوسرے خطاب کے متنازعہ الفاظ اور ان کا صحیح معنی ومفہوم:

یعنی یہ فرمایا ''کہ مسئلۂ باغ فدک میں یہ روافض تم دلیل نہ بناؤ کہ معصوم تھیں تو مانگنا ہی حق کی دلیل ہے۔ فرمایا نہیں، خطا کا امکان تھا اور خطا پر تھیں، جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں، لیکن جب آگے سے حدیث آئی تو ان کی یہ شان ہے کہ جن کے جگر کا ٹکڑا ہیں اُن کی حدیث سن کے سرِ تسلیم خم کرلیا،، بلفظہٖ۔

اس عبارت میں ''خطا پر تھیں، جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں،، متنازعہ الفاظ ہیں جبکہ ہم نے سیاق وسباق کے ساتھ مربوط عبارت نقل کردی ہے۔ اگرچہ اہل علم کے لیے یہ عبارت کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے تاہم عوام الناس کے فائدہ کے لیے اس کو زیادہ واضح کردیتے ہیں جس سے متنازعہ الفاظ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کوئی گستاخی نہ ہونا روزِ روشن کی طرح واضح ہوجائے گا۔ مذکورہ چند اُمور ملحوظ رکھتے ہوئے ملاحظہ کریں!

أقول وبالله التوفيق:

''یعنی یہ فرمایا الخ''، یعنی یہ فرمایا کہ اے روافض تم مسئلۂ باغ فدک میں یہ دلیل نہ بناؤ کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے باغ فدک سے اپنا حصہ مانگا ہے اور مطالبہ کیا ہے تو آپ کا مطالبہ کرنا ہی شرعاً حق کی دلیل ہے'' فرمایا نہیں''۔ یعنی آپ کا مانگنا اور مطالبہ کرنا، اس مطالبہ کے شرعاً حق ہونے اور باغ فدک میں شرعاً آپ کا حصہ ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

''خطا کا امکان تھا'' یعنی اس مطالبہ کے شرعاً خطا ہونے، حق وصواب نہ ہونے کا امکان تھا'' اور خطا پر تھیں، جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں،، یعنی مالی میراثِ نبوی ہونے کے موقف اور اس کا مطالبہ کرنے میں شرعاً اجتہادی خطا پر تھیں آپ کا یہ موقف اور پھر اس موقف پر مبنی آپ کا مانگنا اور مطالبہ کرنا ازروئے شرع خطا تھا صواب اور درست نہیں تھا (کیونکہ حدیث نبوی: "لانورث ماترکنا فهو صدقة'' کے خلاف تھا)

''لیکن جب آگے سے حدیث آئی، تا آخر'' لیکن جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث نبوی کی صورت میں جواب ملا تو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے موقف اور مطالبہ کے حق وصواب ہونے پر مصر نہیں ہوئیں بلکہ سرِ تسلیم خم کرلیا، یعنی اپنے موقف اور مطالبہ سے رجوع کرلیا اور حکم شرع کے آگے سر جھکا دیا۔

أقول وبالله التوفيق:

متنازعہ الفاظ کے سیاق وسباق سے روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ اس جگہ لفظ خطا کا معنی نقیضِ صواب اور ضدِ صواب متعین ہے اور اس سے اجتہادی خطا مراد ہے اس لیے کہ اس جگہ مسئلہ فدک میں شیعہ اور روافض کے عقیدہ کے مقابلہ میں عقیدۂ اہل سنت کا بیان مقصود

ہے اس سے پہلے روافض کا مذہب بیان کیا ہے کہ سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا باغ فدک مانگنا ہی حق کی دلیل ہے تو بلا شبہ روافض کی مراد یہی ہے کہ شرعاً حق کی دلیل ہے تو اس کے مقابل اہل سنت کا مذہب بیان کیا ہے کہ آپ مطالبہ میراثِ نبوی میں خطا پر تھیں تو اس سے مراد بھی یہی ہے کہ شرعاً خطا پر تھیں حق وصواب پر نہ تھیں یعنی آپ کا موقف اور مطالبہ از روئے شرع خطا تھا صواب اور درست نہ تھا، اور یہ آپ کی اجتہادی خطا تھی۔

اس لیے کہ مسئلۂ میراث نبوی جاننے میں آپ کو فی الواقع غلط فہمی ہوگئی تھی ، اور آپ کے موقف اور مطالبۂ میراث کا از روئے شرع خطا ہونا، حق وصواب نہ ہونا، آپ کا اجتہادی خطا پر ہونا ہے۔ کیونکہ عالمہ مجتہدہ کا موقف اور مطالبۂ میراث حدیثِ نبوی سے ثابت شدہ حکم شرعی قطعی کے خلاف تھا۔

اور متنازعہ الفاظ سے متصل بعد والی عبارت میں آپ کے کمالِ اخلاص کا بیان اور اس اجتہادی خطا سے رجوع کرنے اور اصل حکم شرع قبول کرنے کا ذکر ہے کہ حدیث نبوی کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے آپ حق وصواب پر ہوگئیں وہ خطا باقی نہ رہی جس پر آپ پہلے تھیں۔ تو یہ خطا بمعنی گناہ اور معصیت کی بات نہیں کر رہے بلکہ اجتہادی خطا کی بات کر رہے ہیں جو حدیث نبوی کے خلاف موقف اور مطالبۂ میراث کرنے کی صورت میں تھی۔ نیز کسی کا مرتکبِ معصیت ہونا، بیان کرنے کے بعد اس کی شان بیان کرنے کا کیا معنی؟ جبکہ یہاں تو اس فاضل جلیل نے کہا ہے: ’’اُن کی یہ شان ہے کہ جن کے جگر کا ٹکڑا ہیں اُن کی حدیث سن کے سر تسلیم خم کرلیا‘‘۔

اگر انصاف کا خون نہ کر دیا جائے تو ان الفاظ کو متنازعہ قرار دینا ہی تحکم اور سینہ زوری ہے۔ اس لیے اس عبارت میں خطا سے اجتہادی خطا مراد ہونا دوپہر کے سورج کی طرح

عیاں ہے اس لیے کہ اس عبارت سے جب مقصود ہی مسئلۂ میراث نبوی میں مذہبِ اہل سنت کا بیان ہے اور مذہبِ اہل سنت میں سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا جس خطا پر تھیں وہی مراد ہے اور وہ اجتہادی خطا تھی۔ و للہ الحمد فی الأولیٰ والآخرۃ۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ اگر لفظِ غلطی اور خطا کے معنی مقصود کی تعیین میں دھاندلی نہ کی جائے تو گستاخی کا وہم بھی نہیں ہوتا کیونکہ مسئلۂ میراث نبوی میں مذہبِ اہل سنت اور عقیدۂ اہل سنت کے بیان میں طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں لفظ غلطی اور خطا بمعنی گناہ ہونے کا تصور کرنا بھی غلط ہے تو گناہ اور معصیت کا ارادہ کرنا مذہب اہل سنت میں کیونکر درست ہوسکتا ہے؟

جب اس مسئلہ میں مذہبِ اہل سنت میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اجتہادی خطا ہے تو بیانِ مذہب میں لفظِ خطا اور غلطی سے اس فاضل جلیل کی مراد خطا اور غلطی بمعنی گناہ اور معصیت قرار دینا کونسے شرعی یا عقلی اصول کی بنا پر جائز ہوسکتا ہے؟

متنازعہ الفاظ کے بارے میں متکلم کی طرف سے وضاحت:

اگر کسی کلام میں ابہام ہو، کسی لفظ کے مرادی معنی کی تعیین نہ ہو تو صاحبِ کلام کی طرف سے وضاحت آجانے سے مراد واضح ہوجاتی ہے، جبکہ کلام مذکور میں سیاق وسباق کی روشنی میں بھی متنازعہ الفاظ کا معنی متعین ہونا اہل علم پر ہرگز مخفی نہیں ہے لیکن چونکہ ان الفاظ کی وجہ سے بڑا شور برپا ہوا تو متکلم نے متعدد مرتبہ اپنے کلام کی وضاحت کی اور لفظ خطا سے اپنی مراد بتائی کہ اجتہادی خطا مراد ہے اور اس فاضل جلیل نے سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی سے اپنی براءت کا نہ صرف اظہار کیا بلکہ اس کی سنگینی کے بارے میں اپنے ایمانی جذبات کا شاندار بیان بھی کیا۔

اور معترضین حضرات نے فاضل محترم کی متعدد وضاحتیں بقلم خود نقل کی ہیں ہم اختصار کے ساتھ اس سے کچھ تحریر کررہے ہیں چنانچہ رقمطراز ہیں:

متنازعہ الفاظ کے متعلق وضاحت از جلالی صاحب:

چنانچہ ''عظمتِ سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کانفرنس'' نامی ان کے کلپ میں ان کے الفاظ ہیں کہ: یہ جو لفظ خطا ہے جب اس لفظ کو کوئی مترادف سمجھتا ہے معاذ اللہ مترادف گناہ کا، غلطی کا، سیئہ کا، نقص کا، عیب کا، تو وہ پھر اپنا منہ بند رکھے، کبھی بھی لفظِ خطا نہ بولے۔ ہماری زبانیں کٹ جائیں، ہمارے کلیجے پھٹ جائیں، ہماری جانیں جسم سے نکل جائیں اس وقت سے پہلے کہ جو وقت سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی معاذ اللہ توہین کرنے کا وقت ہو، گستاخی کرنے کا وقت ہو، ایسی زندگی سے کروڑ ہا درجہ موت اچھی ہے۔ جس بنیاد پر ہم نے بولا، وہ ہمارے اصول میں لکھا ہے دُور دُور تک اس میں بو بھی گستاخی کی موجود نہیں بلکہ اس کو رسول پاک ﷺ کی زبان میں اجر کا باعث قرار دیا ہے (تا) اس میں نقص نام کا کروڑواں حصہ بھی نہیں۔ یہ ان کی فضیلت ہے کہ اجتہادی خطا پر ایک نیکی اور ثواب رکھا گیا (تا) ان کے لیے اجتہادی خطا عیب نہیں بلکہ باعث اجر وثواب ہے، بلفظہٖ۔

نیز ''تعظیم زہراء کانفرس،، نامی کلپ میں موصوف کے الفاظ ہیں کہ:

یہ نظریہ اہل سنت ہے، اس سے سیدہ طیبہ کی شان پہ حملہ نہیں ہوتا۔ (تا) ہم نے جب امکانِ خطا میں آگے اجتہادی کی وضاحت کی تو لوگ کہتے ہیں بولتے ہوئے تو مطلق خطا کہہ رہے تھے اب خطا اجتہادی کہہ رہے ہو۔ (بلفظہٖ)

معترضین حضرات سے سوال:

جب لفظِ خطا سے اجتہادی خطا مراد ہونا کلام کے سیاق وسباق سے بھی واضح ہے

اس کے باوجود صاحبِ کلام کی طرف سے متعدد بار وضاحت بھی آچکی ہے اور سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی اور توہین کے بارے میں ان کے ایمانی جذبات کا شاندار بیان بھی آچکا ہے تو اب انہیں سیدہ پاک کی گستاخی کا مرتکب قرار دینے کا از روئے شرع کیا جواز ہے؟

اور گستاخی کرنے کا ان پر فتویٰ صادر کرنا شریعت مطہرہ کے کونسے اصول پر مبنی ہے؟

جب لفظِ خطا اور غلطی سے مطلق خطا اور غلطی اُن کی مراد ہی نہیں ہے بلکہ اجتہادی خطا مراد ہے (جو گناہ اور معصیت نہیں ہے) جو نفس عبارت سے بھی متعین ہے اور اس کے بعد ان کی طرف سے متعدد تصریحات بھی آچکی ہیں، تو اس کے بعد اس بات کا از روئے شرع کیا جواز ہے؟ کہ ہمارا ان پر اصل اعتراض مطلق خطا اور غلطی کی نسبت کرنے پر ہے جو انہوں نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف کی ہے۔

کیا لفظِ خطا عبارت میں اجتہادی کی قید کے بغیر بولا جائے اور مراد اجتہادی خطا ہی ہو جو نفس عبارت سے بھی واضح ہو اور صاحبِ کلام کی طرف سے تصریحات بھی آجائیں تو شریعت مطہرہ کے کونسے اصول کی بنا پر یہ کہا جائے گا؟ کہ اس شخص نے مطلق خطا کی نسبت کی ہے؟

کیا لفظِ خطا عبارت میں اجتہادی کی قید کے بغیر بولنا بہر صورت مطلق خطا کی نسبت کرنا ہے اگرچہ نفسِ کلام میں اجتہادی خطا مراد ہونے پر دلائل اور قرائن بھی موجود ہوں؟ کیا اس صورت میں اجتہادی خطا کا قصد اور ارادہ شرعاً معتبر نہیں ہے؟ اگر معتبر نہیں ہے تو کونسی دلیل شرعی سے اس کا معتبر نہ ہونا ثابت ہے؟

اور اگر اجتہادی خطا کا قصد اور ارادہ از روئے شرع معتبر ہے تو پھر متکلم کی طرف سے اس قصد اور ارادہ کا بیان قبول نہ کرنے کا حق معترضین کو کس نے دیا ہے؟ جب صورت

مذکورہ میں اجتہادی خطا کا قصد اور ارادہ بھی شرعاً معتبر ہے اور کلام کے سیاق وسباق سے بھی متعین ہے اور متکلم کی طرف سے اس کا بیان بھی شرعاً مقبول ہے، اس کو رد کرنے کا ازروئے شرع کوئی جواز نہیں ہے تو پھر اہل سنت کے عظیم فاضل پر مطلق خطا اور مطلق غلطی کی نسبت کرنے کا اعتراض کرنا اور انہیں سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی کا مرتکب قرار دینا ازروئے شرع کیسے جائز ہوگیا؟

کیا یہ معترضین کا اس فاضل محترم پر افتراء اور بہتان نہیں ہے؟ کیا اس سے توبہ اور قبول حق کا اقرار واعتراف معترضین پر لازم اور ضروری نہیں ہے؟

معترضین حضرات سے ضروری گزارشات:

محترم ڈاکٹر صاحب کے جن الفاظ پر گستاخی ہونے کا حکم لگایا گیا ہے اور انہیں متنازعہ الفاظ قرار دیا گیا ہے تو معترضین حضرات سے سوال یہ ہے کہ یہ الفاظ نزاعِ لفظی کے اعتبار سے متنازعہ ہیں یا نزاعِ معنوی کے اعتبار سے؟ اگر تو ان حضرات کا مقصود نزاعِ لفظی ہے جو علماء تو درکنار مطلقاً اربابِ عقل وخرد کے لیے بھی جائز نہیں ہے۔ پھر تو ہماری طرف سے معذرت ہے جیسی تحقیقات پیش کرتے رہیں انہیں مبارک ہوں۔

اور اگر ان حضرات کا مقصود نزاعِ معنوی ہے تو پھر صرف اصولی نزاع کے مجاز ہیں بے اصولی کی اجازت ہرگز نہیں ہے کیونکہ شرعی حکم صادر کرنے کے لیے شرعی اور اصولی قواعد وضوابط کی پابندی لازم اور ضروری ہے۔ فتویٰ لگانے کے لیے اصولِ شرع اور اصولِ افتاء کی مخالفت کی رخصت کسی کے لیے نہیں ہے۔

اس مسئلہ پر ہماری تحریر کا اصل سبب بھی یہی ہے کہ جب دعویٰ شرعی حکم بیان کرنے کا ہے تو اصولِ شرع اور اصولِ افتاء کی سراسر مخالفت کیوں کر رہے ہیں؟ بلکہ اصولِ دیانت

وامانت کی رعایت بھی ضروری نہیں سمجھ رہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس لیے معترضین حضرات سے گزارش ہے کہ اگر تو یہ علماء کا نزاع اور اختلاف ہے جس کی شرعاً رخصت ہے بلکہ بعض اوقات ضروری بھی ہوجاتا ہے، پھر تو ہم مسئلہ خطا کی تحقیقات کا شرعی جائزہ لیتے ہیں۔ اگر یہ حقیقت ثابت ہوجائے کہ ان تحقیقات میں اصول شرع اور اصول افتاء کی پوری رعایت کرکے شرعی حکم صادر کیا گیا ہے تو اس کو تسلیم کیا جانا لازم اور ضروری ہے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے بلکہ محض تحکم، سینہ زوری اور نزاع لفظی کا شکار ہیں اور اپنے ذوقی حکم کو شرعی حکم کا نام دیا ہے تو ان حضرات کے لیے قبولِ حق میں دیر کرنا جائز نہیں ہے فوری توبہ اور رجوع کا اعلان کریں، اور ان کے اخلاص سے یہی امید کی جاتی ہے کہ ان شاءاللہ تعالیٰ قبولِ حق میں مزید تاخیر نہیں کریں گے۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم

اجماعِ اہل سنت کی مخالفت:

معترضین کی غفلت اور بادشاہی کی انتہاء ہے کہ حضرات اسلاف کرام کا اُردو میں صریح اور واضح کلام بھی اُن کو سمجھ نہیں آرہا جس کی وجہ سے بعض اسلاف کرام کی طرف ایسا نظریہ منسوب کردیا ہے جو اجماعِ اہل سنت کے خلاف ہے اور پھر اس کے مطابق عقیدہ رکھنے کی وجہ سے خود بھی اجماعِ اہل سنت کی مخالفت کے مرتکب ہورہے ہیں لیکن نہایت افسوس ہے کہ یہ حضرات بزعم خود اسے اعلیٰ درجہ کی تحقیق سمجھ رہے ہیں۔ یہ ان کے اعلیٰ محققین کا معیار تحقیق ہے تو دوسروں کا کیا حال ہوگا؟

محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنی عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے جب اپنی مراد 'اجتہادی خطا، ہونا بیان کردیا تو پھر بھی ان کو گستاخی کا مرتکب ثابت کرنے کے لیے معترضین

کے اعلیٰ محققین نے جو تحقیق پیش کی ہے وہ انہی کے الفاظ میں ملاحظہ کریں چنانچہ رقمطراز ہیں:

حضرت صدر الشریعہ کا فیصلہ کن فتویٰ:

سب سے اہم یہ کہ حضرت محدث کبیر کے والد ماجد، مصنفِ بہارِ شریعت خلیفہ اعلیٰ حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دورِ حاضر میں کسی صحابی سے مطلق خطا درکنار خطاء اجتہادی کو بھی مقام توہین میں قرار دیا ہے۔ چنانچہ ان سے کسی صحابی کے متعلق بغاوت اور خطا وغیرہما کی نسبت دیتے ہوئے انہیں باغی اور مخطی وغیرہ کہنے کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے اس کے جواب میں ارقام فرمایا:

''چونکہ عرف عام میں یہ الفاظ، مقامِ توہین میں بولے جاتے ہیں لہٰذا اب کسی صحابی کی شان میں ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ کیے جائیں،،۔

ملاحظہ ہو: (فتاویٰ امجدیہ جلد ۴ صفحہ ۴۶۲، ۴۶۴ (تا)

یہاں سے یہ امر بھی روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت صدر الشریعہ کے نزدیک صحابہ کرام سے خطا اجتہادی کی نسبت کرنا بھی مقام توہین میں ہے تو مطلق خطا کی نسبت کرنا بطریق اولیٰ توہین ہوا۔

نوٹ: مخفی نہ رہے کہ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا بھی اکابر صحابیات سے ہیں لہٰذا حضرت صدر الشریعہ کا یہ پیش نظر فتویٰ یہاں لانا بالکل بجا ہے۔ (بلفظہٖ)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

اقول: یاد رہے کہ یہ مسئلہ ہذا کا خصوصی جزئیہ ہے۔

نیز یہ بھی ذہن میں رہے کہ اس فتاویٰ کو ایک درجن کے قریب علماء وفضلاء اہل سنت نے مستند قرار دیا ہے (تا) بناءً علیہ پیش نظر جزئیہ خصوصیہ میں حضرت صدر الشریعہ

متفرد نہ ہوئے بلکہ یہ علماء وفضلاء کی ایک پوری جماعت کا متفق علیہ فتویٰ ہوا۔ (بلفظہٖ)

تیسرے مقام پر لکھتے ہیں:

سب سے اہم یہ کہ حضرت مصنفِ بہارِ شریعت صحابہ واہل بیت سے خطا کی نسبت کو علی الاطلاق مقام توہین ہونا قرار دے چکے ہیں۔ (بلفظہٖ)

چوتھے مقام پر لکھتے ہیں:

اس سے قطع نظر کہ حضرت صدر الشریعہ مصنفِ بہارِ شریعت کے حسبِ فتویٰ، فی زمانہ صحابہ واہل بیت کے متعلق خطا اجتہادی کی رٹ بھی توہین کی مد میں آتی ہے (تا) بناءً علیہ یہ تاویل وتوجیہ بھی کسی طرح کارگر نہ ہوئی۔ **وھو المقصود**۔ (بلفظہٖ)

ایسے ہی اس فتویٰ کا حوالہ دیگر مقامات پر بھی دیا ہے، ہم نے اختصار کے پیش نظر زیادہ عبارات نقل نہیں کیں۔

الجواب: أقول وباللہ التوفیق:

عبارات منقولہ میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت صدر الشریعہ (مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ العزیز مصنفِ بہار شریعت وخلیفہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ واستاذِ محترم محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد رحمہ اللہ تعالیٰ) کا فیصلہ کن فتویٰ ہے کہ دور حاضر میں کسی صحابی کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنا بھی توہین کی مد میں آتا ہے، اور فتاویٰ امجدیہ کی تائید وتصدیق وتصویب جن علماء کرام نے کی ہے اس کی وجہ سے یہ فتویٰ اس پوری جماعت علماء کرام کا متفق علیہ فتویٰ قرار پایا اور فتاویٰ امجدیہ کی جلد اور صفحہ کا حوالہ بھی دیا ہے تو لامحالہ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنا بھی آپ کی توہین کی مد میں آئے گا جبکہ دوسرے مقام پر شرعی حکم کے بیان میں ان محققین کا یہ دعویٰ ہے

کہ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق بولے گئے مطلق خطا و غلطی کے الفاظ سوء ادبی کی مد میں آتے ہیں جو امام سہیلی، امام بیہقی اور امام سبکی وغیرہم کے حسبِ ارشادات کفر تک قرار پاتے ہیں۔

أقول: جب ان محققین کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت صدر الشریعہ کا فیصلہ کن فتویٰ ہے کہ دورِ حاضر میں کسی صحابی کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنا توہین کی مد میں آتا ہے اور جو الفاظ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں سوء ادبی اور توہین کی مد میں آئیں ان کا حکم شرعی بھی یہ حضرات بیان کر چکے ہیں، تو اب ان محققین کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کن فتویٰ کے مطابق حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنا آپ کی توہین کی مد میں آتا ہے جو حسب ارشادات امام سہیلی وبیہقی وسبکی کفر تک قرار پاتا ہے۔

أقول: لا حول ولا قوۃ الا باللہ و نعوذ باللہ من ذلك۔

یہ ان محققین کی سنگین غلطی ہے اس لیے کہ حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں اجتہادی خطا کی نسبت کو ان کی توہین قرار دینا اجماعِ اہل سنت کے خلاف ہے جو خالصتاً گمراہی ہے، تو حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس گمراہی کا فتویٰ کیونکر دے سکتے ہیں؟ اور علماء وفضلاء اہل سنت اس کی تائید کیسے کر سکتے ہیں؟ لہٰذا اسے اس پوری جماعتِ علماء کا متفق علیہ فتویٰ قرار دینا بشمول حضرت صدر الشریعہ اس پوری جماعتِ علماء اہل سنت پر صریح افتراء اور بہتان عظیم ہے جس سے توبہ اور رجوع اور ان حضرات کی براءت کا تحریری اعلان ان محققین پر فرض ہے جیسا کہ ان پر بہتان تحریری صورت میں باندھا ہے۔

حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا اصل فتویٰ:

مسئلہ (۵) جن علماء نے کسی صحابی کے متعلق باغی ومخطی ومبطل کے الفاظ استعمال کیے ہیں وہ علماء زمرۂ اہل سنت میں داخل ہیں یا نہیں؟

الجواب:

اصطلاح شرع میں باغی اسے کہتے ہیں جو امام برحق پر خروج کرے عام ازیں کہ یہ خروج فساد کے لیے ہو یا اُس نے اپنی رائے میں مخالفت ہی کو حق جانا ہو۔ یوں ہی خطا کے معنی بھول چوک کے ہیں۔ قصداً غلطی کرنے کو خطا نہیں کہتے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

رفع عن أمتي الخطأ والنسيان۔

یوں ہی بطلان، خلافِ حق کو کہتے ہیں عام ازیں کہ عدول عن الحق قصداً ہو یا بلا قصد مگر چونکہ عرف عام میں یہ الفاظ مقام توہین میں بولے جاتے ہیں لہٰذا اب کسی صحابی کی شان میں ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ کیے جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم، ص ۴۶۲، ۴۶۴)

سوال وجواب بغور ملاحظہ فرمالیں۔

اس فتویٰ میں حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے صراحتاً تو درکنار اشارۃً اور کنایۃً بھی نہیں فرمایا کہ دورِ حاضر میں کسی صحابی کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت بھی توہین کی مد میں آتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم معترضین حضرات کی عقل پر پردہ آ گیا ہے ورنہ اجتہادی خطا کی نسبت کو توہین قرار دینا، دین متین کے کسی ادنیٰ خادم سے بھی متصور نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ حضرت صدر الشریعۃ رحمہ اللہ تعالیٰ جیسی بحر العلوم شخصیت یہ کہے۔

اجتہادی خطا گناہ اور معصیت نہیں ہے تو حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرف اس کی نسبت توہین کی مد میں کیسے آتی ہے؟

اور اگر ان محققین کو اپنی بات پر اصرار ہے کہ انہوں نے حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز کا کلام اور فتویٰ سمجھنے میں غلطی نہیں کی تو ہماری طرف سے گزارش ہے کہ جن علماء وفضلاء اہل سنت نے فتاویٰ امجدیہ پر تائیدات وتقریظات لکھی ہیں جس کی وجہ سے آپ حضرات نے اس فتویٰ کو پوری جماعت علماء کا متفق علیہ فتویٰ قرار دیا ہے ان میں سے جو حضرات بقید حیات موجود ہیں ان سے فوری تصدیق کرلیں۔

اگر تو وہ بھی اس گمراہی سے جو اِن محققین نے اُن کے کھاتے میں بھی ڈالی ہے حضرت صدر الشریعۃ رحمہ اللہ تعالیٰ اور اپنی براءت کا اظہار اور اعلان فرمائیں پھر تو ان محققین کو اپنی غلطی کا علانیہ اعتراف واقرار کرتے ہوئے فوری طور پر توبہ اور رجوع اور ان حضرات علماء کرام کی براءت کا تحریری اعلان، فرض تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی عملاً اس میں تاخیر کریں۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

حضرت صدر الشریعۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتویٰ کے بارے میں مختصر گزارشات:

مسئلہ یہ دریافت کیا گیا کہ کسی صحابی کے متعلق باغی ومخطی ومبطل کے الفاظ استعمال کرنے والے علماء زمرۂ اہل سنت میں داخل ہیں یا نہیں؟ جبکہ حضرت صدر الشریعۃ قدس سرہ العزیز نے جواب میں ان الفاظ کے معانی بیان کرنے کے بعد فرمایا:

مگر چونکہ عرف عام میں یہ الفاظ (باغی ومخطی ومبطل) مقام توہین میں بولے جاتے ہیں لہٰذا اب کسی صحابی کی شان میں ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ کیے جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

راقم الحروف ازراہ خیرخواہی اس فتویٰ کی مختصر وضاحت کردیتا ہے ملاحظہ فرمائیں:

و باللہ التوفیق۔ اصطلاح شرع میں جسے باغی کہا گیا ہے وہ اجتہادی خطا کی وجہ سے بھی باغی ہوسکتا ہے اور ارتکابِ معصیت یعنی فساد کے لیے خروج کرنے کی وجہ سے بھی ہوسکتا ہے۔ ایسے ہی مخطی اور مبطل، اجتہادی خطا پر بھی ہوسکتا ہے اور اس کے بغیر بھی۔ لہٰذا یہ الفاظ ان صفات میں اجتہادی خطا پر ہونے والے شخص کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں۔

جب یہ الفاظ معانی مذکورہ درفتویٰ کی روشنی میں خطاء اجتہادی اور خطاء غیر اجتہادی دونوں کا احتمال رکھتے ہیں اور حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے بعض حضرات کے لیے صرف خطاء اجتہادی کی نیت سے استعمال کی گنجائش تھی جبکہ اب عرف عام میں یہ الفاظ باغی، مخطی، مبطل، صرف توہین کے لیے بولے جاتے ہیں جس میں خطا اجتہادی کی نیت کا امکان بھی نہیں ہوسکتا، اس لیے حضرت صدر الشریعۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اب کسی صحابی کی شان میں ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ کیے جائیں''۔

اس جواب میں کسی صحابی کے لیے ان الفاظ کے استعمال کرنے سے تاکیداً منع کیا گیا ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ اس فتویٰ کا معنی ومفہوم خوب واضح ہے لیکن ان محققین حضرات کو ''واللہ تعالیٰ اعلم'' کیوں نہیں سمجھ آرہی۔ ورنہ اس فتویٰ کا تقاضا تو یہ تھا کہ اگر بزعم ان حضرات کے لفظ خطا اور غلطی مقام توہین میں بولے جاتے ہیں تو کہتے آئندہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ کیے جائیں، جیسا کہ حضرت صدر الشریعۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اور کہتے یہ فتویٰ مسئلہ خطا کا خصوصی جزئیہ ہے اس میں حضرات صحابہ کرام کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرنے سے تاکیداً منع کیا گیا ہے، جبکہ ان مہربانوں نے اس فتویٰ کا مطلب یہ بتایا کہ:

حضرت صدر الشریعۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے دور حاضر میں کسی صحابی سے مطلق خطا

در کنار خطا اجتہادی کی نسبت کرنا بھی مقام توہین میں قرار دیا ہے اور پھر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف خطا اور غلطی کی نسبت کرنے پر حکم شرعی بصورت کفر صادر کیا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

از راہِ خیر خواہی گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم ﷺ سے حیا کے تقاضے ملحوظ رکھنے بھی ضروری ہیں موت سر پر کھڑی ہے اس کو بھی یاد رکھا جائے۔ مذہب حق اہل سنت پر یہ ظلم کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ ایک مخلص سنی عظیم فاضل کو سنیت کی ترجمانی کی سزا دینے کے لیے اپنے اسلاف پر بھی گمراہی کے فتویٰ کا افتراء اور بہتان باندھ کر اس فاضل کو سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی کا مرتکب قرار دیا جا رہا ہے۔ دھاندلی کسی مسئلہ کا حل نہیں ہے۔

اور اگر بالا رادہ دھاندلی نہیں کر رہے بلکہ عقل پر ہی پردہ آ گیا ہے تو مسئلہ سمجھنے میں کونسی توہین ہے؟ سوائے خیر خواہی کے اس تحریر کا کوئی مقصد نہیں ہے۔

أقول و باللہ التوفیق:

ان محققین حضرات نے اپنی تحقیق میں حضرت صدر الشریعۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کو فقہی مسائل میں اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ معتمد بتایا ہے جبکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے مشاجراتِ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کی ہے، جیسا کہ فتاوی رضویہ میں تصریح ہے تو ان محققین سے سوال یہ ہے: کیا اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان صحابہ کرام علیہم الرضوان کی توہین کی ہے؟ کیونکہ حضرت صدر الشریعۃ اور اعلیٰ حضرت رحمہما اللہ تعالیٰ میں معاصرت بھی ہے اگر حضرت صدر الشریعۃ کے زمانے میں اجتہادی خطا کی نسبت توہین تھی تو کیا زمانہ اعلیٰ حضرت میں تعظیم

تھی؟ بلکہ خود حضرت صدر الشریعۃ نے بہار شریعت حصہ اول میں بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کی ہے۔ تو کیا خیال ہے حضرت صدر الشریعۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بموجب اپنے فتویٰ کے خود بھی بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کی توہین کی ہے؟ **نعوذ باللہ من ذلك۔**

نیز اس تحقیق پر تائید و تقریظ لکھنے والے ایک فاضل محترم نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے محترم ڈاکٹر صاحب کا کلام درج ذیل نقل کیا۔

''اور اہل سنت کے نزدیک خطاء اجتہادی تو تنقیص اور الزام سے بری ہوتی ہے''

اور اس سے اختلاف ہرگز نہیں کیا، البتہ محترم ڈاکٹر صاحب پر غصے کا اظہار کرتے ہوئے تحریر کیا کہ: ''انہوں نے مزید خیانت علمی اور بدنیتی کا اظہار یوں کیا کہ انڈیا اور دیگر ممالک میں موجود علماء کے سامنے خطاء اجتہادی کے حوالے سے اپنا نقطہ نظر رکھا اور ان سے رائے مانگی کہ باغ فدک کے مسئلہ پر میں نے خاتون جنت کو خطاء اجتہادی کا مرتکب قرار دیا اور اِس بنیاد پر میرے خلاف ایک طوفان برپا ہے۔ آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ ان تمام علماء نے اہل سنت کے اصولی موقف کے مطابق جلالی صاحب کو صحیح اور بے گناہ قرار دیا'' (بلفظہٖ)

راقم الحروف کہتا ہے قطع نظر اس سے کہ اس فاضل محترم نے محترم ڈاکٹر صاحب کے بارے میں اپنی غلط فہمی کی بنا پر ان کو علمی خیانت اور بدنیتی کا مرتکب قرار دیا ہے۔ البتہ یہ تو ایک حقیقت ہے کہ اس فاضل نے باغ فدک کے مسئلہ پر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے خطاء اجتہادی کا صدور ماننا، اہل سنت کا اصولی موقف بتایا ہے جس کی بنا پر دیگر ممالک کے ان تمام علماء کرام نے محترم ڈاکٹر صاحب کو اس نسبت میں صحیح اور بے گناہ قرار دیا ہے۔

اس فاضل محترم کو معلوم نہیں ہے کہ جس تحقیق پر تائید اور تقریظ لکھ رہے ہیں اس میں دورِ حاضر میں کسی صحابی کی طرف خطاء اجتہادی کی نسبت کو بھی توہین قرار دیا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ فاضل محترم اور وہ تمام علماء کرام جنہوں نے محترم ڈاکٹر صاحب کو خطا اجتہادی کی نسبت میں صحیح اور بے گناہ قرار دیا ہے یہ سب لوگ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین کے مرتکب ہوئے جس پر حکم شرعی اس تحقیق میں بصورت کفر صادر کیا گیا ہے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ضروری تنبیہ:

اس تقریظ میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنے میں محترم ڈاکٹر صاحب کو صحیح اور بے گناہ قرار دینے والے دیگر ممالک کے جن علماء کرام کا حوالہ دیا ہے ان میں متعدد حضرات وہ بھی ہیں جنہیں فتاویٰ امجدیہ کی تائید وتصویب کرنے کی وجہ سے ان محققین نے یہ انعام دیا ہے کہ: ان کا متفق علیہ فتویٰ ہے کہ دور حاضر میں کسی صحابی کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنا توہین کی مد میں آتا ہے۔

نعوذ باللہ من ذلك۔

جبکہ تقریظ والے بیان کے مطابق الحمد للہ وہ تمام علماء کرام اہل سنت کے اجماعی عقیدہ پر ہیں اور ایسا ہونا بھی ضروری امر ہے کیونکہ وہ حضرات علماء وفضلاء اہل سنت ہیں۔ یہ تو ان محققین کی دلیری ہے کہ ان کے کھاتے میں گمراہی ڈال دی ہے۔ اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ پاکستان کے بعض محققین نے دور حاضر میں کسی صحابی کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت، توہین ہونے کا فتویٰ، حضرت صدر الشریعۃ رحمہ اللہ تعالیٰ اور ہمارے کھاتے میں ڈالا ہے تو وہ ایسے محققین کو بڑی فراخ دلی سے خراجِ تحسین پیش کریں گے کہ واقعی یہ سنیت کی بڑی

خدمت ہے اور یہ مسائل شرعیہ میں تحقیق کا اعلیٰ معیار ہے۔ **نعوذ باللہ من ذلك۔**

اور اس تحقیق پر تائید لکھنے والے فاضل محترم کو بھی معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کی تصدیق کردہ تحقیق کا شرعی معیار کیا ہے؟ **اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔**

معترضین کا حضرت صدر الشریعۃ کے فتویٰ سے استدلال

در حقیقت

ڈاکٹر صاحب پر اعتراض میں اپنی غلطی کا اعلان:

محترم ڈاکٹر صاحب کے مسئلہ میں معترضین کی یہی رٹ ہے کہ انہوں نے اپنے بیان میں مطلق خطا کی سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف نسبت کی ہے، اجتہادی خطا کا لفظ نہیں بولا اور نہ ہی اجتہادی خطا کی بات ہو رہی تھی۔ اجتہادی خطا کی پیوند کاری انہوں نے بعد میں کی ہے لہٰذا اجتہادی خطا کی نیت کا دعویٰ قابلِ اعتبار نہیں ہے اس لیے اصل موضوعِ بحث خطا اجتہادی ہے ہی نہیں بلکہ اصل موضوع مطلق خطا اور غلطی کی نسبت ہے جو انہوں نے حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف کی ہے۔

جبکہ محترم ڈاکٹر صاحب نے ''خطا پر تھیں جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں'' کہا ہے تو ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ ''لیکن جب آگے سے حدیث آئی تو ان کی یہ شان ہے کہ جن کے جگر کا ٹکڑا ہیں ان کی حدیث سن کے سر تسلیم خم کر لیا'' اور اجتہادی خطا مراد ہونے کی وضاحت اور خطا معصیت اور گناہ سے محفوظ ہونے کی تصریحات بھی بار بار کر چکے ہیں اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی کی سنگینی پر اپنے ایمانی جذبات کا شاندار اور ایمان افروز بیان بھی دے چکے ہیں اس کے باوجود ان کی مراد اجتہادی خطا ہونا تسلیم کرنے کے لیے معترضین تیار نہیں ہیں بلکہ بدستور گستاخی کرنے کا الزام ہے اور اس پر نہ

صرف لزوم بلکہ ظلم عظیم کے التزام کا فتویٰ ہے۔ **نعوذ باللہ من ذلك۔**

اب ان محققین کی تحقیق کا دوسرا پہلو ملاحظہ کریں:

و باللہ التوفیق: قطع نظر اس سے کہ حضرت صدر الشریعۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی مراد کے خلاف ان کی عبارت کا مطلب بیان کر کے یہ حضرات تحریف کے مرتکب ہوئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے حق کی تائید اس شان سے فرمائی کہ جس حق بات کا انکار کر کے طوفان برپا کیا ہے حضرت صدر الشریعۃ کے فتویٰ سے استدلال میں ان محققین نے اپنے ہی قلم سے اس کا اقرار کرلیا ہے جو درحقیقت محترم ڈاکٹر صاحب پر اعتراض کرنے میں ان محققین کی طرف سے اپنی غلطی کا اعلان ہے۔ **وللہ الحمد۔**

’’جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں‘‘ میں محترم ڈاکٹر صاحب کی تصریحات کے باوجود اجتہادی خطا مراد ہونے سے انکاری ہیں لیکن باغی ومخطی ومبطل کے الفاظ میں اجتہادی خطا مراد ہونا ان محققین کے نزدیک متعین ہے اور وہ بھی صاحبِ کلام کی طرف سے اجتہادی خطا مراد ہونے پر کوئی ثبوت نہ پائے جانے کے باوجود۔ چنانچہ دور حاضر میں کسی صحابی کی طرف خطا اجتہادی کی نسبت کرنا توہین ہونے کا موقف حضرت صدر الشریعۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتویٰ سے جس طرح ان محققین نے ثابت کیا ہے وہ منظر دیکھیں۔

فتاویٰ امجدیہ کے اس فتویٰ کا اصل سوال یہ ہے کہ:

جن علماء نے کسی صحابی کے متعلق باغی ومخطی ومبطل کے الفاظ استعمال کیے ہیں وہ زمرۂ اہل سنت میں داخل ہیں یا نہیں؟ بغور ملاحظہ کرلیں۔

سوال یہ نہیں ہے کہ جن علماء نے کسی صحابی کی طرف خطا اجتہادی کی نسبت کی ہے وہ زمرۂ اہل سنت میں داخل ہیں یا نہیں؟ بلکہ سوال مذکورہ بالا الفاظ میں ہے۔ اور جواب میں

حضرت صدر الشریعۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ (باغی ومخطی ومبطل) کے معانی بیان کرنے کے بعد فرمایا:

’’مگر چونکہ عرف عام میں یہ الفاظ مقام توہین میں بولے جاتے ہیں لہٰذا اب کسی صحابی کی شان میں ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ کیے جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم،،

حضرت صدر الشریعۃ نے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ:

مگر چونکہ عرف عام میں خطا اجتہادی کے الفاظ مقام توہین میں بولے جاتے ہیں، تا آخر۔ یعنی نہ سوال میں اجتہادی خطا کے الفاظ ہیں بلکہ باغی ومخطی ومبطل کے الفاظ ہیں اور نہ ہی اجتہادی خطا کی نیت سے ان الفاظ کے استعمال کیے جانے پر عبارت میں کوئی قرینہ ہے اور نہ ہی فتویٰ میں ان الفاظ سے اجتہادی خطا مراد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ ان الفاظ کا ذکر، خطا اجتہادی کا ذکر ہے یا ان الفاظ کے معانی خطا اجتہادی کو مستلزم ہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار کسی صاحبِ علم کے لیے ممکن نہیں ہے۔

اس کے باوجود ان محققین نے حضرت صدر الشریعۃ کے اس فتویٰ کے حوالے سے لکھا ہے کہ: ’’حضرت صدر الشریعۃ کا فیصلہ کن فتویٰ،، (تا) حضرت صدر الشریعۃ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دور حاضر میں کسی صحابی سے مطلق خطا درکنار خطا اجتہادی کو بھی مقام توہین میں قرار دیا ہے (تا) یہاں سے یہ امر بھی روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ حضرت صدر الشریعۃ کے نزدیک صحابہ کرام سے خطا اجتہادی کی نسبت کرنا بھی مقام توہین میں ہے، تا آخر (بلفظہٖ)

راقم الحروف کہتا ہے کسی صحابی کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کو توہین قرار دینا تو ان محققین کا حضرت صدر الشریعۃ پر افتراء اور بہتان عظیم ہے۔ البتہ یہ نئی تحقیق اس امر پر

روشن دلیل ہے کہ حضرت صدر الشریعۃ کے فتویٰ کے سوال میں باغی و مخطی و مبطل سے اجتہادی خطا مراد ہونا ان محققین کے نزدیک متعین ہے حتیٰ کہ اگر یہ الفاظ مقامِ توہین میں بولے جائیں تب بھی ان سے مراد اجتہادی خطا کا بیان ہے یعنی وہ صحابی اجتہادی خطا پر تھے تبھی تو ان الفاظ (باغی و مخطی و مبطل) کے عرف عام میں مقام توہین میں بولے جانے سے خطا اجتہادی کی نسبت کا بھی مقام توہین میں ہونا ان محققین کے لیے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ورنہ ان الفاظ کے مقام توہین میں بولے جانے سے اجتہادی خطا کی نسبت کا مقام توہین میں ہونا متصور بھی نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ روز روشن کی طرح واضح ہوجائے۔ یہ ان محققین کی سنگین غلطی ہے۔ اس لیے کہ عرف عام میں جب یہ الفاظ توہین کے لیے بولے جاتے ہیں تو اب کوئی صاحبِ علم اجتہادی خطا کی نیت سے یہ الفاظ کیسے استعمال کرسکتا ہے؟

کیا عرفِ عام سے اربابِ علم بھی بے خبر ہوتے ہیں؟ کیا توہین اور اجتہادی خطا بیک وقت دونوں کی نیت سے یہ الفاظ استعمال کیے جاسکتے ہیں؟ کیا اجتہادی خطا کی نیت توہین کے ساتھ جمع ہوسکتی ہے؟ کیا اجتہادی خطا کی حقیقت شرعیہ تبدیل ہوچکی ہے کہ دور حاضر میں اس کی نسبت کرنا بھی توہین ہے؟

نعوذ باللہ من ذلك و لا حول و لا قوۃ الا باللہ

حضرت صدر الشریعۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتویٰ سے یہ تو ضرور واضح ہے کہ جب الفاظ مذکورہ مقام توہین میں بولے جاتے ہیں تو اب کسی صحابی کے لیے ایسے الفاظ اجتہادی خطا کی نیت سے بھی ہرگز استعمال نہیں کیے جاسکتے ورنہ ایسے الفاظ استعمال کرنے کی وجہ سے توہین صحابی لازم آئے گی۔ جبکہ ادھر گنگا الٹی بہہ رہی ہے کہ ان محققین کے لیے اس فتویٰ سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت صدر الشریعۃ کے نزدیک دور حاضر میں کسی صحابی کی

طرف خطا اجتہادی کی نسبت کرنا بھی توہین ہے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون و لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔

گزارش ہے کہ یہ صرف حضرت صدر الشریعۃ رحمہ اللہ تعالیٰ پر ہی افتراء نہیں ہے بلکہ شریعت مطہرہ پر بھی بہتان ہے کیونکہ ان کے فتاویٰ میں حکم شرعی کا بیان ہے۔

بعض محققین کی سنگین غلطی کا موجب اصلی:

جب ان حضرات کا دعویٰ محترم ڈاکٹر صاحب پر شرعی حکم صادر کرنے کا ہے تو شرع شریف اور افتاء کے کونسے اصول سے دور حاضر میں کسی صحابی کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کا توہین ہونا ان محققین کے لیے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے؟ تو ہم ان حضرات کی اس غلطی کا موجب اصلی بیان کردیتے ہیں کہ یہ غلطی محترم ڈاکٹر صاحب کو بہرصورت گستاخی کا مرتکب ثابت کرنے کے لیے کی گئی ہے۔ **نعوذ باللہ من ذلك**۔

جب انہوں نے وضاحت کردی کہ ''خطا پر تھیں'' سے میری مراد اجتہادی خطا ہے تو پھر بھی ان حضرات نے نہ مانا اور کہا کہ اجتہادی خطا موضوع بحث ہے ہی نہیں۔ تم نے مطلق خطا کی نسبت کی ہے سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف، اور پھر ترقی کی کہ اجتہادی خطا مراد لو تو پھر بھی گستاخی ہے کیونکہ حضرت صدر الشریعۃ کا فیصلہ کن فتویٰ ہے، تا آخر۔

فتاویٰ امجدیہ میں ان علماء کے متعلق سوال ہے جنہوں نے کسی صحابی کے لیے باغی و مخطی و مبطل کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ چونکہ استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا محمد اشرف آصف جلالی دامت برکاتہم القدسیۃ ان علماء میں شامل نہیں ہیں لہٰذا ان علماء نے کسی صحابی کے لیے اگرچہ باغی اور مخطی و مبطل کے الفاظ استعمال کیے ہیں اور بیشک

انہوں نے ان الفاظ سے اجتہادی خطا مراد ہونے کی کوئی وضاحت نہیں کی پھر بھی ان کے بارے میں ان محققین کا یہی اعتقاد ہے کہ انہوں نے یہ الفاظ اجتہادی خطا کی نیت سے استعمال کیے ہیں البتہ چونکہ یہ الفاظ عرف عام میں توہین کے لیے بولے جاتے ہیں تو بزعم ان محققین کے دور حاضر میں کسی صحابی کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنا بھی توہین ثابت ہوا۔ لہٰذا ڈاکٹر صاحب کی مراد اگر اجتہادی خطا ہے تو پھر بھی انہوں نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین کی ہے۔

أقول: انا للہ و إنا الیہ راجعون۔ کیا یہ شریعت مطہرہ کی اتباع ہے؟ یہ سوچ کسی طرح محمود نہیں ہوسکتی ہے۔ آخر ایسا کیوں ہورہا ہے؟ صرف محترم ڈاکٹر صاحب کو غلط ثابت کرنے کے لیے اسلاف کرام اور شریعت مطہرہ پر بلکہ درحقیقت اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم ﷺ پر بھی افتراء اور بہتان باندھا جارہا ہے۔

دور حاضر میں کسی صحابی کی طرف خطا اجتہادی کی نسبت کرنے کو توہین قرار دینا، خطا اجتہادی کے بارے میں حکمِ شرع کو منسوخ قرار دینے کے مترادف ہے۔ **نعوذ باللہ من ذلك۔** کیا یہ تحقیق ہے یا شریعت مطہرہ کے خلاف گمراہی کی تبلیغ ہے؟

ان محققین حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ مسئلۂ میراثِ نبی کریم ﷺ میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف دورِ حاضر میں بھی اجتہادی خطا کی نسبت کرنا آپ کی توہین ہرگز نہیں ہے بلکہ اس نسبت کو حق وصواب اور حکم شرع کے عین مطابق جاننا مذہب اہل سنت میں ضروری ہے کیونکہ حکم شرعی قطعی (حضور نبی کریم ﷺ کی مالی میراث نہ ہونے) پر ایمان کے لیے لازم اور ضروری ہے۔

اگر کسی شخص کی ضروریاتِ مذہب اہل سنت اور قطعیاتِ اسلام اور ان کے

لوازمات کی طرف بھی توجہ نہیں ہے تو اس میں قصوروار کون ہے؟

اللّٰھم أرنا الحق حقا وارزقنا إتباعه وأرنا الباطل باطلا وارزقنا إجتنابه۔

معترضین محققین کی ایک اور سنگین غلطی:

محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنے کلام کی وضاحت میں بتایا کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف خطا کی نسبت جو کی ہے اس سے مراد خطا اجتہادی ہے اور اس میں گستاخی کا شائبہ بھی نہیں ہے، تو اس کی تردید میں بعض محققین نے کہا ہے:

خطا اجتہادی اس لیے بھی مراد نہیں ہوسکتی کہ ڈاکٹر صاحب نے خطا اور غلطی کے الفاظ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عصمتِ نبوت کی نفی کے ضمن میں بولے ہیں جب کہ خطا اجتہادی عصمت نبوت کے منافی نہیں ہے۔

نیز کہا:

یہاں یہ بھی نہیں کہا جاسکتا ہے کہ شیعہ خطا اجتہادی کے قائل نہیں ہیں بناءً علیہ خطا اجتہادی بھی اس میں ماخوذ ہے کیونکہ شیعی پیشوا مسمی شیخ صدوق وغیرہ معصومین سے خطا اجتہادی کے صدور کے جواز کے قائل ہیں۔

(کما فی بحار الأنوار للملا باقر المجلسی الرافضی)

الجواب: أقول وباللہ التوفیق:

(اوّلاً)

ان محققین کی غفلت پر افسوس ہے کہ انہیں ابھی تک مسئلۂ عصمت میں مذہبِ شیعہ بھی معلوم نہیں ہے۔

کہتے ہیں کہ: یہاں یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ شیعہ خطا اجتہادی کے قائل نہیں ہیں، تا آخر۔

جبکہ کتبِ شیعہ جو بیانِ مذہب کے لیے لکھی گئی ہیں ان میں اکابرینِ شیعہ کی تصریحات کے مطابق مذہبِ شیعہ یہی ہے کہ معصومین سے اجتہادی خطا بھی نہیں ہوسکتی، تو پھر اس کے انکار کا کیا جواز ہے؟

اور جب مقصود مذہبِ شیعہ کی تردید ہے تو بالفرض اگر کسی شیعی پیشوا کا نظریہ مذہب شیعہ کے خلاف ہو بھی تو اس کی وجہ سے تردید مذہب کو کیونکر غلط قرار دیا جاسکتا ہے؟ اور مذہبِ شیعہ ہونے کی نفی کیونکر جائز ہوسکتی ہے؟

کیا دوسرے مسالک میں متعدد مسائل میں خلافِ مذہب اقوال شاذہ موجود نہیں ہیں؟ تو ایسے ہی اگر بالفرض کسی شیعی پیشوا کا قول مسئلۂ عصمت میں اصل مذہبِ شیعہ کے خلاف موجود ہو تو کیا اس مسئلہ میں علماء اہل سنت کی طرف سے اصل مذہبِ شیعہ کی تردید کو جہالت قرار دے دیا جائے گا؟ صرف اس بنا پر کہ کسی شیعی پیشوا کا قول اس کے خلاف ہے۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

کیا مسئلۂ عصمت میں جو اصل مذہبِ شیعہ ہے اسے شیعہ کا عقیدہ اور مذہب قرار دیا جائے گا یا خلافِ مذہب قول شاذ کو؟

کہ کہتے ہیں: یہاں یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ شیعہ خطاء اجتہادی کے قائل نہیں ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عجب ابلہ فریبی ہے۔

(ثانیًا)

ان محققین کی دوسری غلطی یہ ہے کہ انہوں نے شیعی پیشوا شیخ صدوق وغیرہ کا عقیدہ یہ بتایا ہے کہ وہ معصومین سے خطا اجتہادی کے صدور کے جواز کے قائل ہیں۔ جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے اس لیے کہ صدوق اور اس کے شیخ کا نظریہ بھی وہی ہے جو دوسرے شیعہ کا ہے کہ

معصومین سے خطا اجتہادی کا صدور جائز نہیں ہے۔ انہیں اس مسئلہ میں قطعاً اختلاف نہیں ہے

اور تیسری غلطی یہ ہے کہ اپنی اس نئی تحقیق پر بطور حوالہ لکھا ہے:

''کما فی بحار الانوار للملا باقر المجلسی الرافضی''

ترجمہ: جیسا کہ ملا باقر مجلسی رافضی کی ''بحار الانوار،، میں ہے۔

راقم الحروف کہتا ہے یہ ملا باقر مجلسی پر بھی افتراء اور بہتان ہے اس لیے کہ اس نے ''بحار الانوار،، میں ہرگز نہیں لکھا کہ شیخ صدوق وغیرہ معصومین سے خطا اجتہادی کے صدور کے جواز کے قائل ہیں۔

چوتھی اور سنگین غلطی یہ ہے کہ یہ ساری دھاندلی اور غلط بیانی صرف اس لیے کی گئی ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب کو خطا اجتہادی کی نسبت کے دعویٰ میں غلط ثابت کر کے انہیں سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی کا مرتکب ثابت کریں، تا کہ ان پر اپنی پسند کا فتویٰ صادر کرسکیں۔ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔**

کیا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حساب کی فکر ختم ہوگئی ہے کہ محض دھاندلی پر مبنی غلط فتوے کو بھی شرعی حکم کا نام دے رہے ہیں؟

(ثالثًا)

بالفرض اگر شیعی پیشوا محمد بن بابویہ صدوق اور اس کے شیخ محمد بن حسن بن ولید کا موقف یہی ہوتا جو ان محققین نے بتایا ہے تو پھر بھی ان کا اختلاف اصل مذہبِ شیعہ پر اثر انداز نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ تو ان محققین کا معیارِ تحقیق ہے کہ: ''یہاں یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ شیعہ خطا اجتہادی کے قائل نہیں ہیں،،۔

ورنہ اسی ملا باقر مجلسی نے اپنی اسی کتاب ''بحار الانوار،، میں اسی مسئلۂ عصمت میں

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور بزعم شیعہ ائمہ معصومین پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سہو طاری کیے جانے کے بارے میں ان دونوں شیعی پیشواؤں کا اختلاف ذکر کرنے کے باوجود شیعہ کے ہاں اس مسئلہ کو اجماعی قرار دیا ہے اور صراحت کی ہے کہ اکابر شیعہ نے کہا ہے کہ ان دونوں کا اختلاف مخل بالاجماع نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے موقف کی نسبت میں معروف ہیں۔اصل عبارت ملاحظہ کریں:

"إن أصحابنا الإمامية أجمعوا على عصمة الأنبياء والأئمة صلوات الله عليهم من الذنوب الصغيرة والكبيرة عمدا و خطأ و نسيانا قبل النبوة والإمامة و بعدهما بل من وقت ولادتهم إلى أن يلقوا الله تعالى و لم يخالف فى ذلك إلا الصدوق محمد بن بابويه و شيخه ابن الوليد قدس الله روحهما فإنهما جوزا الإسهاء من الله تعالى لا السهو الذى يكون من الشيطان فى غير ما يتعلق بالتبليغ و بيان الأحكام و قالوا: إن خروجهما لا يخل بالإجماع لكونهما معروفى النسب۔" (بحار الانوار 25-186-185)

رہا ان محققین کا دعویٰ کہ شیخ صدوق وغیرہ معصومین سے خطا اجتہادی کے صدور کے جواز کے قائل ہیں تو یہ سراسر غلط ہے، کوئی شیعی پیشوا اس کا قائل ہو سکتا ہی نہیں۔

اسی ملا باقر مجلسی نے اپنی اسی کتاب میں امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صفاتِ امام کے بیان میں روایت کیا ہے:

إنه معصوم من الذنوب كلها صغيرها و كبيرها لا يزل فى الفتيا و لا يخطى فى الجواب و لا يسهو و لا ينسى و لا يلهو بشيئ من

أمر الدنيا۔ (بحار الانوار 25-186)

ترجمہ: بیشک امام صغیرہ اور کبیرہ تمام گناہوں سے معصوم ہوتا ہے نہ ہی فتوی میں اس سے لغزش ہوتی ہے اور نہ ہی جواب میں مخطی ہوتا ہے اور نہ ہی اسے سہو اور نسیان ہوتا ہے اور نہ ہی وہ امر دنیا سے کسی شئ کے ساتھ مشغول ہوتا ہے۔

اسی ملا باقر مجلسی نے اسی کتاب میں معصومین سے خطا اجتہادی جائز نہ ہونے کے بارے میں بغیر کسی اختلاف کے بیان کے مذہبِ شیعہ بیان کیا ہے، چنانچہ ملاحظہ کریں:

مذهب أصحابنا الإمامية و هو أنه لا يصدر عنهم الذنب لا صغيرة و لا كبيرة و لا عمدا و لا نسيانا و لا لخطأ فى التاويل و لا للإسهاء من الله سبحانه و لم يخالف فيه إلا الصدوق و شيخه محمد بن الحسن بن الوليد رحمهما الله فإنهما جوزا الإسهاء لا السهو الذى يكون من الشيطان، و كذا القول فى الائمة الطاهرين عليهم السلام۔ (بحار الانوار 11-59)

ترجمہ: ہمارے اصحاب امامیہ کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے گناہ کا صدور نہیں ہوتا، نہ صغیرہ اور نہ کبیرہ، نہ قصدا اور نہ نسیان اور بھول جانے کی وجہ سے اور نہ خطا در تاویل (خطا اجتہادی) کی وجہ سے اور نہ اللہ سبحانہ کی طرف سے سہو طاری کرنے کی وجہ سے اور اللہ سبحانہ کی طرف سے سہو طاری کرنے میں صرف صدوق اور اس کے شیخ محمد بن الحسن بن الولید رحمہما اللہ نے اختلاف کیا ہے، ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سہو طاری کرنا جائز قرار دیا ہے نہ وہ سہو جو شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔

و كذا القول فى الائمة الخ۔ اور جیسے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام

کی عصمت کے بارے میں تفصیل بیان کی گئی ہے بعینہ اسی طرح ائمہ طاہرین علیہم السلام کی عصمت کے بارے میں بھی وہی تفصیل ہے۔

عبارت منقولہ میں ''و مذهب أصحابنا الإمامية'' بغور ملاحظہ کرلیں کہ تمام اکابر شیعہ کا یہی مذہب ہے اور باقی امور کی طرح ''خطائی التاویل'' یعنی اجتہادی خطا کے بارے میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔کوئی شیعی پیشوا اس کے جواز کا قائل نہیں ہے۔

و لا للإسهاء من الله سبحانه و لم يخالف فيه إلا الصدوق و شيخه الخ

اور صرف اللہ سبحانہ کی طرف سے سہو طاری کرنے کے بارے میں اختلاف ہے اور وہ بھی صرف محمد بن بابویہ صدوق اور اس کے شیخ کا ہے انہوں نے اس کو جائز قرار دیا ہے باقی کوئی شیعی پیشوا اس کے جواز کا بھی قائل نہیں ہے۔

عبارت منقولہ میں ''فإنهما جوزا الإسهاء'' بھی بغور ملاحظہ کرلیں۔ ''فإنهما جوزا الخطأ في التاويل'' نہیں لکھا۔ ملا باقر مجلسی نے مسئلۂ عصمت میں صدوق اور اس کے شیخ کے اس اختلاف کی تفصیل ''بحار الانوار'' میں متعدد مقامات پر بیان کی ہے اور خطا اجتہادی کے حوالے سے صریحاً تو درکنار اشارۃً اور کنایۃً بھی ان کا اختلاف بیان نہیں کیا اس لیے کہ اختلاف ہوتا تو بیان کیا جاتا۔

اور شیعہ میں یہ کوئی گمنام اشخاص نہیں ہیں صدوق اور اس کے شیخ کا ایک تعارف ہے۔شیعہ کی صحاح اربعہ میں ایک کتاب: ''من لا يحضره الفقيه'' اسی صدوق کی تصنیف ہے۔اس میں بھی یہ مسئلہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔اختصار کے پیش نظر وہ عبارات ہم نے اس جگہ نقل نہیں کیں۔ایسے ہی اصول کافی کی تصریحات بھی پیش نہیں

کرر ہے ورنہ وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے لیے کئی صفحات درکار ہیں۔

ضروری تنبیہ:

جب تمام شیعہ اور روافض کسی امام سے بھی خطا اجتہادی کے صدور کے جواز کے قائل نہیں ہیں تو کیا خیال ہے شیعہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عصمت ان کی تمام اولاد کی عصمت سے بھی کمزور درجہ کی مانتے ہیں؟ ایسا ہونا کسی شیعہ سے متصور نہیں ہوسکتا۔

اور اگر یہ محققین اب بھی اپنی تحقیق کو بیانِ حق قرار دیں تو ہماری طرف سے دعوت عام ہے کہ ملا باقر مجلسی کی بحار الانوار سے صدوق وغیرہ کا وہ عقیدہ ثابت کریں جو ان کے کھاتے میں ڈالا ہے تو ہم بطور اعزاز انہیں پروقار انعام دیں گے۔اور اگر نہ ثابت کرسکیں تو اپنی غلطی اور قبولِ حق کا تحریری اعلان فوری طور پر کرنا ان پر لازم اور ضروری ہے۔اور ان حضرات کے اخلاص سے اُمید یہی ہے کہ اس میں تاخیر نہیں کریں گے۔

اللّٰهم اهدنا الصراط المستقيم.

ازالۂ شبہات:

محترم ڈاکٹر صاحب زید مجدہ کو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی کا مرتکب ثابت کرنے کے لیے معترضین محققین نے بزعم خود جو مضبوط اور ٹھوس دلائل پیش کیے ہیں وہ درحقیقت شبہات اور مغالطات ہیں۔ اتمام حجت کے لیے ان کا ازالہ بھی ضروری ہے۔اس لیے ہمارے علم میں اُن کے جو شبہات آئے ہیں ان کے جوابات بھی سپرد قلم کیے جارہے ہیں تاکہ ان حضرات کا کوئی عذر باقی نہ رہے نیز قبولِ حق اور اپنی غلطی سے رجوع اُن کے لیے آسان ہوجائے۔ان محققین کے شبہات حتی الامکان اُنہی کے الفاظ میں نقل کیے ہیں۔

شبہ اُولیٰ: بنیادی وجہ اعتراض:

چنانچہ بعض محققین رقمطراز ہیں:

بنیادی وجہ اعتراض:

پاکستانی ماحول اور عرف میں رہتے ہوئے اپنے ان الفاظ میں حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کی طرف مطلق خطا اور مطلق غلطی کی نسبت کرنا ہے۔ برصغیر خصوصاً پاکستان کے عرف میں کسی کی طرف مطلق خطا اور مطلق غلطی کی نسبت کی جائے تو اس سے خطا اجتہادی قطعاً مراد نہیں لی جاتی بلکہ وہ خطا مقصود ہوتی ہے جو قابل مذمت ہو اور اس کا مطلب کسی کو غلط اور مجرم قرار دینا نیز جرم وگناہ کا مرتکب اور قصوروار ٹھہرانا ہوتا ہے (تا) بناءً علیہ عرفی حوالہ سے متنازعہ الفاظ کا معنی یہ بنا کہ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے فدک کا مطالبہ کر کے معاذ اللہ غلط کام کیا اور ایسا کر کے وہ العیاذ باللہ جرم اور گناہ کی مرتکب ہوئیں جو ظاہر ہے کہ بارگاہِ سیدہ میں بہت بڑی جسارت ہے، یہی وجہ ہے کہ ماسوائے معدودے چند کے باقی چھوٹے، بڑے، پڑھے ان پڑھے سب اہل سنت موصوف کے الفاظ پر سراپا احتجاج ہو کر ان کی تردید وتغلیط پر کمربستہ ہو گئے اور مذمت کے لیے میدان میں اتر آئے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ انہوں نے ان متنازعہ الفاظ کو ان کے عرفی معنی میں سمجھا ہے تب ہی تو انہوں نے یہ رویہ اختیار کیا ہے۔ (بلفظہٖ)

ہمارا ان پر اصل اعتراض مطلقاً خطا کی نسبت کرنے پر ہے جس کے جواز کے وہ اب بھی قائل ہیں۔ (بلفظہٖ)

ڈاکٹر جلالی صاحب نے اپنے اصل متنازعہ بیانات میں حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کے متعلق مطلق خطا اور غلطی کے الفاظ بولے ہیں جن میں خطاء اجتہادی کا صریحاً ذکر تو کجا اس کی طرف کوئی خفیف سا اشارہ بھی نہیں ہے۔ نیز انہوں نے بولے بھی پاکستان کے عرف و

ماحول میں رہتے ہوئے ہیں جب کہ یہاں کے عرف عام میں خطا اور غلطی کے الفاظ اطلاقی صورت میں بُرے معنوں میں تصور کیے جاتے ہیں۔ یعنی اس صورت میں وہ گناہ، جرم اور قصور کے معنی میں مستعمل ومروج ہیں جب کہ الفاظ کے تعظیم وتوہین ہونے نہ ہونے میں شرعاً بھی عرف کا اعتبار ہے (تا) جب کہ اصل اعتراض بھی محض اسی امر (مطلق خطا اور غلطی کی نسبت کرنے) کی بنیاد پر ہے۔ (بلفظہٖ)

مطلق خطا کی نسبت، قطعی طور پر اور فی الواقع بُرے معنی میں ہونے کی وجہ سے سیدہ سلام اللہ علیہا کے متعلق موجب ایذاء ہے۔ (بلفظہٖ)

اصل موضوع بحث خطا اجتہادی ہے ہی نہیں بلکہ اصل موضوع مطلق خطا اور غلطی کی نسبت ہے جو انہوں نے اپنے متنازع بیان میں حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف کی ہے (تا) جب کہ حقیقت واقعیہ بھی یہی ہے کہ ان کے بیانات کے پورے سیاق وسباق میں خطا اور غلطی کے لفظوں کے ساتھ اجتہادی کی کوئی قید نہیں ہے اور اس کا ذکر تو درکنار اس کی طرف کوئی خفیف سا اشارہ بھی نہیں ہے جس کا موصوف کو بھی واضح اقرار ہے جیسا کہ (تا) ان کے لفظ ہیں کہ! ہم نے جب امکان خطا میں آگے خطا اجتہادی کی وضاحت کی تو لوگ کہتے ہیں، بولتے ہوئے تو مطلق خطا کہہ رہے تھے، اب خطاء اجتہادی کہہ رہے ہو۔ (بلفظہٖ)

جب کہ مطلق خطا کے لفظ انہوں نے عام بول چال میں عوامی سطح پر بولے ہیں جسے عرفاً جرم وگناہ کے معنی میں سمجھا جاتا ہے اور یہ ایسا مؤکد امر ہے کہ حسبِ تصریح فقہاء کرام خلافِ عرف فتویٰ دینا بھی جائز نہیں ہے۔ (بلفظہٖ)

عربی عرف میں یہ لفظ بُرے معنی کے لیے متعین نہیں بلکہ مشترکۃ المعانی سے ہے (تا)

جب بحث یہاں عرف عام اور عام بول چال میں مطلق خطا کی نسبت کرنے میں ہے۔(بلفظہٖ)

موصوف کا پہلا کلپ 23 فروری 2020ء کا ہے جو ''عدالت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیمینار،، کے عنوان سے ہے۔ یہ سیمینار اُن کے مرکز صراط مستقیم لاہور میں ادارہ کی بزم کے زیر انتظام منعقد ہوا، جبکہ دوسرا کلپ 28 فروری 2020ء کا ہے جو ''سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیمینار'' کے نام سے ہے جو موضع کڑیاں والا گجرات میں (تا) منعقد کیا گیا تھا۔(بلفظہٖ)

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ و باللہ التوفیق۔

عبارات منقولہ کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہیں۔ یہ عبارات اور گزشتہ کرم فرمائی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ان محققین کا مقصود صرف یہ ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب کو گستاخی کا مرتکب ثابت کریں اس کے لیے جو بھی طریقہ اختیار کرنا پڑے خواہ صاف غلط بیانی ہی کیوں نہ ہو، اسی وجہ سے انہیں اپنی تضاد بیانی کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہے اپنے ہی قلم سے لکھا ہے کہ:

موصوف کا پہلا کلپ 23 فروری 2020ء کا ہے جو ''عدالتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیمینار'' کے عنوان سے ہے۔ یہ سیمینار اُن کے مرکز صراط مستقیم لاہور میں ادارہ کی بزم کے زیر انتظام منعقد ہوا، جب کہ دوسرا کلپ 28 فروری 2020ء کا ہے جو ''سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیمینار،، کے نام سے ہے جو موضع کڑیاں والا گجرات میں (تا) منعقد کیا گیا تھا۔ بلفظہٖ

جبکہ یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ خالص علمی نشستیں تھیں جو عقائد اہل سنت کے بیان اور ردِ رافضیت کے لیے تھیں۔

پہلا خطاب تقریباً 5 گھنٹے 30 منٹ کا اور دوسرا خطاب تقریباً 2 گھنٹے کا ہے اور ان دونوں خطابات میں فدک کا مسئلہ زیر بحث آیا اور بوقت خطاب کتب کثیرہ سے حوالہ جات پیش کیے گئے۔ یہ سب کچھ انٹرنیٹ پر بھی دیکھا جا سکتا ہے اس کے باوجود ان محققین نے بقلم خود یہ بھی لکھا ہے:

جب کہ مطلق خطا کے لفظ انہوں نے عام بول چال میں عوامی سطح پر بولے ہیں، بلفظہٖ

نیز یہ بھی لکھا: جب بحث یہاں عرف عام اور عام بول چال میں مطلق خطا کی نسبت کرنے میں ہے۔ بلفظہٖ

أقول: لا حول ولا قوۃ الّا باللہ۔

کیا ان محققین کے نزدیک ''عدالتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیمینار'' اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیمینار'' عوامی سطح پر عام بول چال کا نام ہے؟ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ کیسا معیارِ انصاف ہے؟ اسی طرح ان دونوں خطابات کے متنازعہ الفاظ کے سیاق وسباق سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ان سے مراد اجتہادی خطا ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ثابت کیا جا چکا ہے اور اس کے بعد ڈاکٹر صاحب اس کی وضاحت بھی متعدد بار کر چکے ہیں۔

اس کے باوجود یہ محققین فرما رہے ہیں اصل موضوع بحث خطا اجتہادی ہے ہی نہیں نیز کہتے ہیں: جبکہ حقیقت واقعیہ بھی یہی ہے کہ ان بیانات کے پورے سیاق وسباق میں خطا اور غلطی کے لفظوں کے ساتھ اجتہادی کی کوئی قید نہیں ہے اور اس کا ذکر تو درکنار اس کی طرف کوئی خفیف سا اشارہ بھی نہیں ہے جس کا خود موصوف کو بھی واضح اقرار ہے۔(بلفظہٖ)

کیا ڈاکٹر صاحب کو بھی واضح اقرار ہے کہ ان کے خطابات میں متنازعہ الفاظ کے

پورے سیاق وسباق میں اجتہادی خطا مراد ہونے کی طرف کوئی خفیف سا اشارہ بھی نہیں ہے اناللہ وانا الیہ راجعون۔اتنی غلط بیانی؟

جب ڈاکٹر صاحب نے خطا اجتہادی مراد ہونے کی وضاحت بھی کردی تو پھر بھی ان کو گستاخی کا مرتکب ثابت کرنے کے لیے حضرت صدر الشریعۃ رحمہ اللہ تعالیٰ پر افتراء اور بہتان باندھ دیا کہ ان کا فیصلہ کُن فتویٰ ہے کہ دورِ حاضر میں کسی صحابی کی طرف خطا اجتہادی کی نسبت کرنا بھی توہین ہے۔(نعوذ باللہ من ذلك)

نیز معترضین حضرات کا یہ شبہ تھا کہ خطا کا لفظ عصمت کی نفی کے ضمن میں بولا گیا ہے اور خطا اجتہادی عصمت کے منافی نہیں ہے لہٰذا اجتہادی خطا مراد نہیں ہوسکتی، تو ڈاکٹر صاحب کی طرف سے وضاحت کی گئی کہ شیعہ اور روافض کے نزدیک اہل بیت سے اجتہادی خطا کا صدور ناممکن ہے لہٰذا اجتہادی خطا ثابت کرنا ان کے نظریۂ عصمت کی تردید کے لیے کافی ہے تو پھر بھی ڈاکٹر صاحب کو غلط ثابت کرنے کے لیے ان محققین نے شیعی پیشوا صدوق وغیرہ اور ملا باقر مجلسی پر افتراء اور بہتان باندھ کر شیعہ اور روافض کا عقیدہ ہی ان کے مذہب کے خلاف ہونے کا دعویٰ کردیا اور لکھ دیا کہ:

یہاں یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ شیعہ خطاء اجتہادی کے قائل نہیں ہیں۔تا آخر۔

أقول: لا حول ولا قوۃ الا باللہ ۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے لیے دینی وایمانی فریضہ کی ادائیگی ہے؟ کیا حکم شرعی صادر کرنے کے لیے ایسی ہی تحقیق ہونی چاہیے؟ یہ معیارِ تحقیق علماء حق کے شایانِ شان نہیں ہے اور نہ ہی حکم شرعی صادر کرنے کے لیے مقبول ومعتبر ہوسکتا ہے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

بنیادی وجۂ اعتراض کا منصفانہ جائزہ:

بتوفیق اللہ تعالیٰ أقول:

معترضین خلطِ مبحث اور دھاندلی کررہے ہیں ورنہ یہ مسئلہ بفضلہٖ تعالیٰ روز روشن کی طرح واضح ہے، ملاحظہ کریں۔

بقول معترضین کے ڈاکٹر صاحب نے مطلق خطا اور غلطی کی نسبت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف کی ہے اور بقول ان حضرات کے برصغیر خصوصاً پاکستان کے عرف عام میں مطلق خطا اور غلطی قطعی طور پر اور فی الواقع بُرے معنی میں ہے یعنی گناہ اور جرم کے معنی میں مروج اور مستعمل ہے۔

اور ان کا کہنا ہے کہ یہی وجہ ہے کہ ماسوائے چند معدود لوگوں کے باقی چھوٹے بڑے، پڑھے ان پڑھے سب اہل سنت موصوف کے ان الفاظ پر سراپا احتجاج ہوکر ان کی تردید وتغلیط پر کمربستہ ہوگئے اور مذمت کے لیے میدان میں اُتر آئے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ انہوں نے ان متنازعہ الفاظ کو ان کے عرفی معنی میں سمجھا ہے تب ہی تو انہوں نے یہ رویہ اختیار کیا ہے۔ ایسے ہی دوسری عبارات بھی تصریحات ہیں۔ان محققین سے گزارش ہے کہ صرف دعویٰ کرنے سے دعویٰ ثابت نہیں ہوجاتا بلکہ ثبوت پیش کرنا ہوگا۔ پاکستانی اطلاقات ومحاورات کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ پاکستانی عرف عام سے پاکستانی باشندوں کا بے خبر ہونا ناممکن ہے۔

اگر واقعی طور پر پاکستانی عرف عام میں کسی کی طرف مطلق خطا اور غلطی کی نسبت کرنا قطعی طور پر بُرے معنی: گناہ اور جرم میں مروج اور مستعمل ہے، اور بقول معترضین یہ عرف عام پڑھے ان پڑھے چھوٹے بڑے سب کو معلوم ہے جیسا کہ تمام اہل سنت کے اس فاضل

محترم کی تردید اور مذمت کے لیے میدان میں اُترنے کی وجہ بھی ان محققین نے یہی بتائی ہے اور بقول ان کے اس فاضل محترم نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف مطلق خطا اور غلطی کی نسبت بھی کی ہے۔

تو ہمارا سوال یہ ہے کہ اس فاضل محترم کے دونوں سیمینار پاکستان کی سرزمین پر ہوئے ہیں جن میں سے ایک اس ملک کے مرکزی شہر لاہور میں ہوا ہے اور دوسرا گجرات کے ایک قصبہ میں ہوا، جن میں بھاری تعداد میں پاکستانی باشندے سامعین تھے ان میں خاصی تعداد میں علماء وفضلاء اہل سنت اور دینی مدارس کے طلباء، سکول وکالج کے اساتذہ بھی تھے جن میں مخالف فرقہ کے لوگوں کے علاوہ تمام لوگ اہل سنت تھے جو سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین اور گستاخی سننا نہ ہی تو برداشت کر سکتے ہیں اور نہ اس پر خاموش رہ سکتے ہیں۔ ان تمام لوگوں نے حالتِ بیداری میں بقائمی ہوش وحواس یہ خطابات سنے تھے۔

تو کیا ان سامعین حضرات میں سے کسی کو بھی یہ پاکستانی عرفِ عام معلوم نہ تھا جس کی وجہ سے کسی کے حاشیۂ خیال میں بھی نہ آیا کہ یہ سنی فاضل تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین اور بے ادبی کر رہا ہے۔ دونوں خطابات کے سامعین میں سے کسی نے نہ خطاب کے دوران اعتراض اُٹھایا اور نہ ہی بعد میں؟ کیا یہ پاکستانی باشندے نہیں تھے؟ یہ کیسا عرف عام ہے جو لاہور جیسے شہر میں ہونے والے سیمینار میں ملکِ پاکستان کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے پاکستانی اشخاص وافراد کے بھی علم میں نہ تھا؟ اور اگر ان کے علم میں تھا تو ''**نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ**'' کیا یہ تمام لوگ دشمنانِ اہل بیت تھے اس لیے سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین اور بے ادبی سن کر محظوظ ہوتے رہے اور کسی نے اعتراض تک نہ

کیا؟ **نعوذ باللہ من ذلك**۔

یہ خطابات پانچ دن کے وقفہ کے ساتھ دو مختلف مقامات پر ہوئے تھے۔ نیز یہ خطابات انٹرنیٹ پر موجود ہونے کی وجہ سے پوری دنیا میں سننے کی سہولت موجود تھی اس لیے بحمد اللہ تعالیٰ کثیر تعداد میں سنی لوگ سن رہے تھے اور دوسرے بھی سنتے ہیں، تو تین ماہ کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود ان ہزاروں پاکستانی حضرات علماء اہل سنت وغیر علماء میں سے کسی کو بھی اس پاکستانی عرف عام کا احساس تک نہ ہو سکا جس کی وجہ سے کسی نے اعتراض نہ اٹھایا؟

یہ عجیب عرف عام ہے جو پاکستان کے مختلف علاقوں اور متعدد طبقات سے تعلق رکھنے والے ہزاروں افراد (جن میں صاحبِ علم بڑے حساس حضرات بھی یقیناً تھے ان تمام لوگوں) کے لیے ایک سربستہ راز تھا جس سے کوئی آگاہ ہی نہیں تھا۔

کیا صرف معترضین ہی پاکستانی ہیں اس لیے صرف وہی اس عرف عام سے باخبر ہیں؟ اور ان کو بھی یہ عرف عام تین ماہ گزرنے کے بعد یاد آیا جب شور مچایا گیا کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین اور گستاخی کی گئی ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اس امر کی تحقیق کی جاتی کہ آیا واقعی گستاخی اور توہین کی گئی ہے لیکن ایسا ہرگز نہیں کیا گیا بلکہ ایک طوفان برپا کر دیا گیا اور وہ کچھ ہوا جو چشم فلک نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ **نعوذ باللہ من ذلك**۔ اور واضح رہے کہ یہ کسی عرف عام کی بنیاد پر نہیں ہوا بلکہ گستاخی کے فتوے لگانے والوں پر اعتماد کی بنیاد پر ہوا، جن کی اکثریت کو اس مسئلہ کی اصل نوعیت اور نزاکت معلوم ہی نہیں ہے، اور بقول ان محققین کے ان پڑھے بھی مذمت کے لیے میدان میں اُتر آئے۔

تو گزارش ہے کہ ایسے لوگوں کی مذمت تو واقعی مضبوط دلیل ہے جن کو اس فاضل کے الفاظ کا مطلب تو درکنار اکثریت کو الفاظ بھی معلوم نہیں تھے۔ کیا سنی ہونے کے باوجود

دونوں خطابات کے سامعین کا ان الفاظ پر کوئی اعتراض نہ اٹھانا اس بات کا واضح ثبوت نہیں ہے ایسا کوئی عرفِ عام نہیں ہے جس کا دعویٰ معترضین نے کیا ہے ورنہ بقول ان محققین کے جس عرف عام سے ان پڑھے بھی بے خبر نہ تھے اور مذمت کے لیے میدان میں اُتر آئے تو ان خطابات کے سامعین (جن میں وافر تعداد میں علماء وفضلاء اور سکول وکالج کے اساتذہ بھی تھے) کا اس عرف سے لاعلم ہونا کیونکر متصور ہو سکتا ہے؟

لٰہذا اگر ان محققین کو اپنے دعویٰ کی صحت کا یقین ہے تو پھر ان حضرات سامعین کے اعتراض نہ اٹھانے کی معقول وجہ بتائیں اور اگر سامعین حضرات کے اعتراض نہ اٹھانے اور خاموش رہنے کی معقول وجہ بھی نہ بتا سکیں تو پھر ان محققین کو اپنے دعویٰ کے غلط ہونے کا اعتراف واقرار کرنا لازم وضروری ہے انہیں یہ مان لینا چاہیے کہ فاضل محترم نے مطلق خطا اور مطلق غلطی کی نسبت نہیں کی بلکہ سیاق وسباق کی روشنی میں اجتہادی خطا کی نسبت کی ہے۔ اور اگر اس پر بضد ہیں کہ نسبت تو مطلق خطا اور مطلق غلطی کی، کی ہے تو پھر مذکور عرف عام کا دعویٰ غلط تسلیم کرنا ضروری ہے۔

بلکہ حقیقت واقعیہ یہ ہے کہ دونوں دعوے ہی غلط اور باطل ہیں محض سینہ زوری اور تحکم ہے۔ اس فاضل محترم کے بیان میں اجتہادی خطا مراد ہونا سیاق وسباق کی روشنی میں روز روشن کی طرح واضح ہے اور لفظ خطا اور غلطی مطلق مذکور ہونے کی صورت میں معترضین کا ذکر کردہ عرف عام محض فرضی اور زعمی ہے، برصغیر میں ایسا کوئی عرف عام موجود نہیں ہے اور شرعی حکم صادر کرنے کے لیے تحکم اور سینہ زوری کی اسلام میں کسی کو اجازت نہیں ہے۔

گزارش ہے کہ ہم تو اس مسئلہ کا شرعی حل چاہتے ہیں تا کہ تمام علمائے اہل سنت باہمی اتحاد واتفاق سے خدمتِ اسلام کا فریضہ ادا کر سکیں اس لیے کسی کا ذوق، جذبات، سینہ

زوری، دھاندلی ہرگز قبول نہیں کی جائے گی۔ اصولِ شرع پر مبنی محض حکم شرع کا قبول کرنا فرض ہے۔

ہم میں سے کوئی بھی خود کو عقل کل نہ سمجھے ورنہ نا قابل اصلاح ہو جائے گا اور اپنے مفروضے دوسروں کے لیے بھی واجب الاتباع سمجھے گا اس لیے خود قبولِ حق سے محروم رہے گا۔ اس لیے معترضین حضرات اپنی تسلی کے لیے اس عرف عام کی مزید تصدیق کر لیں تا کہ اس کو بنیادی وجہ اعتراض اور تکفیری فتویٰ کا رکن اعظم بنانے کی حیثیت واضح ہو جائے اور یہ فتنہ ختم ہو جائے۔

اور یہ بھی واضح رہے کہ دعائیہ کلمات کی بات نہیں ہو رہی جیسے یا اللہ ہماری خطائیں معاف فرما اور ہماری غلطیاں معاف فرما، بلکہ دعائیہ کلمات کے علاوہ مربوط کلام میں لفظ خطا اور غلطی کے ساتھ کسی کی طرف خطا اور غلطی کی نسبت کرنے کی صورت میں کیا ایسا کوئی عرف عام ہے کہ خطا اور غلطی کا معنی قطعی طور پر اور فی الواقع گناہ اور معصیت اور جرم اور قصور ہی ہوتا ہے۔ عام گفتگو ہو یا کسی علمی مسئلہ کا بیان ہو اور کسی عالم دین نے کسی معظم دینی کی اجتہادی خطا کی نیت اور ارادہ سے یہ الفاظ بولے ہوں اور سیاق وسباق ودیگر دلائل سے اجتہادی خطا مراد ہونا بھی متعین ہو یا ایسا نہ ہو، بہر صورت عرف عام میں خطا اور غلطی کے الفاظ گناہ اور جرم ہی میں مروج ومستعمل ہیں؟

یہ کیسا عرف عام ہے جو عام محاورات ومکالمات تک محدود ہونے کی بجائے خالص علمی نشستوں کی گفتگو پر بھی قاضی اور حاکم ہے؟ اس کی وضاحت تو یہ معترضین ہی کریں گے۔ اس سرزمین کے ہر طبقہ کے لکھے پڑھے لوگوں سے اس عرف عام کی تصدیق کریں اُن میں علماء وفضلاء اہل سنت اور سکول وکالج اور یونیورسٹی کے اساتذہ بھی ہوں۔ اور

اگر وہ بھی بتائیں کہ لفظ خطا اور غلطی ہمارے روزمرہ کے محاورات اور مکالمات میں مختلف معانی میں استعمال ہوتے ہیں خطا بمعنی نقیض صواب یعنی نادرست اور غلطی بمعنی غلط فہمی اور نادرستی بھی بکثرت مستعمل ہے اور ایسے ہی اردو لغات میں لکھے ہوئے دوسرے معانی میں بھی استعمال ہوتے ہیں صرف گناہ اور جرم و معصیت کے لیے متعین نہیں ہیں اور شرعی مسائل اور علمی نشستوں میں اطلاق کی صورت میں ان الفاظ کا معنی حضرات علماء خوب جانتے ہیں، اس تصدیق کے بعد تو ان معترضین حضرات کو اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے فتاویٰ سے تحریری و تقریری رجوع اور اپنی غلطی کا اعتراف اور اہل سنت کے اس فاضل محترم پر گستاخی کرنے کے الزام و بہتان اور غلط فتوے لگانے اور شریعت مطہرہ پر افتراء اور بہتان باندھنے سے علانیہ تقریری و تحریری توبہ کرنا لازم و ضروری ہونے کی وجہ سے اس میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے، اور اگر خود ہی انصاف کا مظاہرہ کرتے ہوئے کچھ غور و فکر کرلیں تو کسی تصدیق کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے جسے کسی دھاندلی کے زور پر چھپایا نہیں جاسکتا ہے۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

پاکستانی عرف عام میں مطلق لفظِ خطا اور غلطی کا معنی صرف گناہ، جرم اور قصور ہونے کا دعویٰ غلط ہے۔

أقول و باللہ التوفیق: ان محققین کا یہ دعویٰ سراسر باطل اور مردود ہے اس لیے کہ جب معترضین کو اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ لغتِ عرب میں لفظ خطا کے متعدد معانی ہیں اور ان حضرات نے اردو لغات سے بھی اس کے متعدد معانی بقلم خود نقل کیے ہیں اور لفظ غلطی کے بھی اردو لغات سے متعدد معانی لکھے ہیں۔

جب اردو لغات میں بھی لفظ خطا اور غلطی کے متعدد معانی لکھے ہوئے ہیں تو یہ مطلق

لفظِ خطا اور غلطی کے معانی ہی لکھے ہوئے ہیں جیسا کہ اہل علم پر ہرگز مخفی نہیں ہے لہٰذا ان معانی میں سے کسی ایک معنی کی نسبت بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ معنی مطلق لفظِ خطا اور غلطی کا نہیں ہے

جب اردو زبان میں لفظِ خطا اور غلطی کے متعدد معانی ہیں تو یہ اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ اردو زبان کے محاورات اور مکالمات میں لفظِ خطا اور غلطی متعدد معانی کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ جب برصغیر میں اردو زبان بولی جاتی ہے تو اس سے برصغیر کے محاورات اور مکالمات اور عرف عام میں مطلق لفظ خطا اور غلطی کا متعدد معانی میں مستعمل اور مروج ہونا نہ صرف ثابت ہوا بلکہ روز روشن کی طرح واضح ہوا، جس سے یہ حقیقت واقعیہ دوپہر کے سورج کی طرح روشن ہوگئی کہ برصغیر خصوصاً پاکستانی ماحول میں عرف عام میں مطلق لفظِ خطا اور غلطی قطعی طور پر بُرے معنی: گناہ، جرم اور قصور ہی میں مستعمل اور مروج ہونے کا دعویٰ محض بے اصل، غلط اور باطل ہے، واقع اور نفس الامر میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

اس لیے کہ لفظ خطا اور غلطی اگر مربوط کلام میں واقع ہوں تو سیاق و سباق کے تناسب سے ان کا معنی متعین ہوتا ہے نہ کہ ہر جگہ، گناہ، جرم اور قصور ہی مراد اور مقصود ہوتا ہے اور نہ ہی ہر جگہ یہ سمجھا جاتا ہے اور نہ ہی ہر مقام پر یہ درست ہوسکتا ہے، جب تک عرف عام میں لفظِ خطا اور غلطی کا، گناہ، جرم اور قصور کے علاوہ دوسرے تمام معانی میں استعمال متروک ہونا ثابت نہ کیا جائے تب تک ان محققین کا دعویٰ مذکورہ بے اصل اور ناقابل التفات ہے۔ لہٰذا عرف عام میں لفظ خطا اور غلطی کا دوسرے تمام معانی میں استعمال متروک ہونے پر ثبوت پیش کرنا تمام معترضین پیر صاحبان اور ان کے معاونین محققین پر قرض اور فرض ہے اور تاحیات رہے گا۔

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا قلم پیدا ہی نہیں کیا جو اس دعویٰ کا حقیقت واقعیہ ہونا

ثابت کر سکے۔ دھاندلی اور چالاکی کسی مسئلہ کا حل نہیں ہے۔ اگر زبان اور قلم حق کا اعتراف کرنے سے محروم نہ ہو اور انصاف کا خون نہ کر دیا جائے تو اس مسئلہ کے واضح ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں ہے، اس لیے کہ پاکستانی اردو محاورات اور مکالمات میں معمولی غور کرنے سے ہر صاحبِ عقل وخرد کے لیے واضح ہو جاتا ہے کہ عرف عام میں لفظِ خطا بمعنی ضدِ صواب اور نقیضِ صواب (یعنی بمعنی نادرست) بھی بکثرت استعمال ہوتا ہے جس کا انکار ممکن ہی نہیں ہے ایسے ہی لفظ غلطی بمعنی غلط فہمی اور نادرستی اور متنازعہ الفاظ میں بھی یہی معنی مراد و مقصود ہے، تو اس معنی میں استعمال متروک ہونے پر ثبوت پیش کرنا تو درکنار کوئی صاحبِ عقل وخرد بقائمی ہوش و حواس اس کا دعوی بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن حیرت ہے معترضین پیر صاحبان اور ان کے محققین کی دلیری پر جو اس جھوٹے دعوے کی بنیاد پر تکفیری فتویٰ دیئے جا رہے ہیں۔ **نعوذ باللہ من ذلك**۔ کیا اللہ تعالیٰ کے حضور حساب کی فکر ختم ہو گئی ہے؟

لفظ خطا اور غلطی عرف عام میں معصیت اور گناہ کے علاوہ دوسرے معانی میں بھی بکثرت بولا جاتا ہے مثلاً فلاں طالب علم نے (منزل یا سبق یا سبقی میں) پانچ غلطیاں کی ہیں۔ مریض نے دوا کی خوراک بروقت نہ کھائی اور اسے تکلیف ہو گئی تو معالج کہتا ہے: تو نے غلطی کی ہے۔ کسی شخص کا موقف اگر درست نہیں ہے تو کہتے ہیں وہ خطا پر ہے یعنی اس کا موقف صواب اور درست نہیں ہے ایسے ہی غلطی بمعنی غلط فہمی بھی بکثرت مستعمل ہے بلکہ عرف عام میں صرف خلافِ مصلحت امر پر بھی بعض اوقات خطا اور غلطی کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

جب لفظ خطا اور غلطی پاکستانی محاورات اور عرف عام میں متعدد معانی کے لیے بولے جاتے ہیں جس کا انکار ممکن ہی نہیں ہے تو ان محققین کی بنیادی وجۂ اعتراض ہی بے بنیاد ثابت ہوئی تو اس پر مبنی گستاخی ثابت کرنے کا فتویٰ بھی بے اصل اور غلط ہوا، جس سے توبہ اور

رجوع کرنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ پیر صاحبان اور ان کے محققین کو اخلاص کا مظاہرہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ جیسے علانیہ غلط فتویٰ دیا ہے ویسے ہی تقریری وتحریری رجوع اور توبہ کر کے شریعت مطہرہ کی اتباع کا علمی ثبوت پیش کریں۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم

کیا متنازعہ الفاظ میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف مطلق خطا اور مطلق غلطی کی نسبت کی گئی ہے؟

الجواب:

و باللہ التوفیق: حقیقتِ واقعیہ یہ ہے کہ اہل سنت کے اس فاضل جلیل نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف درحقیقت اجتہادی خطا کی نسبت کی ہے اس لیے کہ مربوط کلام میں سیاق وسباق کو ملحوظ رکھنا لازم اور ضروری ہے۔ صرف بات اتنی ہے کہ ان کے الفاظ میں خطا کے ساتھ اجتہادی کا لفظ صراحتاً مذکور نہیں ہے البتہ سیاق وسباق سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اجتہادی خطا ہی مراد ہے، مطلق خطا کی نسبت قطعاً نہیں کی۔ معترضین نے غلطی سے اسے مطلق خطا کی نسبت کرنا قرار دے دیا ہے۔ خطا کا لفظ بولنے سے اس کے معنی ومدلول کا مطلق خطا ہونا لازم نہیں ہے جیسا کہ اہل علم پر پوشیدہ نہیں ہے، راقم الحروف اس کی کچھ وضاحت کر دیتا ہے۔

تمہیدی اصولی کلمات ومسلمات:

(۱) لفظ دال ہوتا ہے اور معنی مدلول، لفظ عنوان اور تعبیر ہے اور معنی معنون اور معبر عنہ۔

اس اصل اور ضابطہ کے مطابق اس مسئلہ میں لفظِ خطا اور لفظِ غلطی، عنوان اور تعبیر ہے اور اس کا معنی ومدلول، معنون اور معبر عنہ ہے۔

(۲) کسی ذات کی طرف خطا اور غلطی کی نسبت کرنے کا مطلب، لفظِ خطا اور لفظِ غلطی (جو دال، تعبیر اور عنوان ہے) کی نسبت کرنا نہیں ہے، بلکہ لفظِ خطا اور لفظِ غلطی کے معنی و مدلول، معنون اور معبر عنہ یعنی فعل خطا اور غلطی کی نسبت کرنا مراد ہوتا ہے۔

(۳) لفظِ خطا اور لفظِ غلطی عبارت اور الفاظ میں مطلق بولنے سے ان کے معنی و مدلول یعنی فعلِ خطا اور غلطی کا مطلق خطا اور مطلق غلطی ہونا لازم نہیں ہے، اس لیے کہ اگر مربوط کلام میں لفظ خطا اور غلطی مطلق مذکور ہوں لیکن سیاق وسباق یا دوسرے دلائل سے ان کا معنی و مدلول متعین ہو جائے تو اس صورت میں لفظِ خطا اور غلطی کا معنی اور مدلول، مطلق خطا نہیں ہے بلکہ معین خطا ہے۔

اور اگر لفظ خطا اور غلطی کا معنی و مدلول سیاق وسباق یا دیگر دلائل سے متعین نہ ہو تو اس صورت میں لفظِ خطا اور غلطی کا معنی و مدلول مطلق خطا اور مطلق غلطی ہے جس کی متعدد اقسام واصناف میں سے کوئی بھی متکلم کی مراد ہو سکتی ہے اس لیے اس مطلق خطا اور غلطی کا مصداق اور محمل بغیر دلیل کے خطائے معصیت، گناہ اور جرم قرار دینا بھی غلطی ہے۔

أقول و باللہ التوفیق:

جب یہ تمام امور اہل علم کے نزدیک حقائق واقعیہ اور مسلمات سے ہیں، نسبت لفظ خطا اور غلطی کی نہیں بلکہ اس کے معنی و مدلول کی مقصود ہوتی ہے اور کسی ذات کی طرف خطا کی نسبت کرنے میں لفظِ خطا اور غلطی اگر مربوط کلام میں واقع ہوں اور سیاق وسباق سے ان کا معنی و مدلول متعین ہو جائے تو یہ کہنا کہ اس ذات کی طرف مطلق خطا اور غلطی کی نسبت کی گئی ہے، سنگین غلطی ہے اس لیے کہ اس ذات کی طرف نسبت لفظِ خطا کی نہیں کی جو مطلق مذکور ہے بلکہ اس کے معنی اور مدلول کی نسبت کی ہے اور وہ سیاق وسباق سے متعین اور مقید ہو چکا ہے

لہٰذا معترضین حضرات کی بنیادی وجہ اعتراض اور اس پر اصرار کہ ڈاکٹر صاحب نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف مطلق خطا اور مطلق غلطی کی نسبت کی ہے معترضین کی سراسر غلطی ہے اس لیے کہ محترم ڈاکٹر صاحب زید مجدہ کے کلام میں اگرچہ لفظ خطا اور غلطی مطلق مذکور ہے اس کے ساتھ اجتہادی کی قید کی صراحت لفظوں میں نہیں ہے لیکن نسبت لفظِ خطا اور لفظِ غلطی کی نہیں کی بلکہ اس لفظ کے معنی و مدلول کی نسبت کی ہے اور وہ سیاق وسباق سے متعین اور مقید ہو چکا ہے کہ اجتہادی خطا مراد ہے اور متکلم کی طرف سے اپنی مراد کی توضیحات اس پر مستزاد ہیں۔ وللہ الحمد

ہمارا حسنِ ظن یہ ہے کہ حقائق واقعیہ اور مسلمات سے توجہ ہٹ جانے اور غلط فہمی کی وجہ سے معترضین حضرات خلطِ مبحث کا شکار ہیں کہ لفظِ خطا اور غلطی مطلق بولنے کو مطلق خطا اور مطلق غلطی کی نسبت کرنا قرار دے رہے ہیں اگرچہ لفظِ خطا اور غلطی کا مدلول و معنی سیاق وسباق سے متعین ہو چکا ہے اور نسبت اس کی کی گئی ہے نہ کہ لفظِ خطا کی۔ تعجب ہے ان محققین کے معیار تحقیق پر، اس لیے کہ جب لفظِ خطا مطلق بولنے سے اس کا مدلول و معنی، مطلق خطا ہونا لازم ہی نہیں ہے اور اس جگہ اس کا متعین خطا ہونا بھی سیاق وسباق سے واضح ہو چکا ہے تو اس صورت میں مطلق خطا کی نسبت کرنے اور پھر اس کو بنیادی وجۂ اعتراض بنا کر اس پر تکفیری فتویٰ دینے کا از روئے شرع کیا جواز ہے؟ کیا شریعت مطہرہ معترضین کے ذوق اور جذبات اور خواہش نفس کی موافقت کی پابند ہے؟

نعوذ باللہ من ذلك ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

شبہ:

ہم نے جب امکان خطا میں آگے اجتہادی کی وضاحت کی تو لوگ کہتے ہیں بولتے ہوئے تو مطلق خطا کہہ رہے تھے اب خطا اجتہادی کہہ رہے ہو اس پر معترضین نے لکھا:

اس وضاحتی بیان سے ہمیں کچھ نقصان نہیں اور نہ ہی اس سے ہمارے موقف کی صحت پر کچھ اثر پڑتا ہے کیونکہ اصل موضوع بحث خطا اجتہادی ہے ہی نہیں بلکہ اصل موضوع مطلق خطا اور غلطی کی نسبت ہے جو انہوں نے اپنے متنازع بیان میں حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف کی ہے، اور پھر خطا اجتہادی مراد نہ ہونے کی متعدد وجوہ نقل کی ہیں۔ ان محققین کے نزدیک سب سے اہم یہ ہے کہ لفظ خطا اور غلطی پاکستانی عرف میں بُرے معنی کے لیے متعین ہیں لہٰذا اس سے اجتہادی خطا مراد نہیں ہوسکتی۔

الجواب:

وباللہ التوفیق:

خطا اجتہادی مراد نہ ہونے کا رکن اعظم ان محققین کی بیان کردہ بنیادی وجہِ اعتراض ہے جس کی حقیقی صورتحال ہم نے خوب واضح کردی ہے کہ یہ دعویٰ سراسر باطل اور مردود ہے کہ مطلق لفظ خطا اور غلطی بولا جائے اور اس کے ساتھ اجتہادی کی قید مذکور نہ ہو تو وہ مطلقاً بُرے معنی، گناہ اور جرم کے لیے متعین ہے ہرگز ایسا نہیں ہے کیونکہ لفظ خطا اور غلطی محاورات اور مکالمات میں متعدد معانی کے لیے مستعمل ہیں جبکہ اس فاضل کے کلام میں خطا اجتہادی مراد ہونا سیاق وسباق سے بھی ثابت ہے، تو اس رکن اعظم کے زمین بوس ہونے کے بعد متنازعہ الفاظ میں خطا اجتہادی مراد ہونے سے انکار کا شرعی اور اصولی کوئی جواز باقی نہیں رہا۔ لہٰذا اس انکار سے توبہ، رجوع اور قبولِ حق ان حضرات پر لازم اور ضروری ہے۔

شبہ:

خطا اجتہادی کی تاویل انہیں کچھ مفید نہیں کیونکہ خطا اجتہادی کی پیوندکاری انہوں نے اپنے متنازعہ بیان سے تین ماہ کے بعد کی ہے جس کا خود انہیں بھی اقرار ہے۔

الجواب:

خطا اجتہادی کی تاویل نہیں ہے بلکہ توضیح ہے اور شرعاً معتبر اور مقبول ہے اور ان کے لیے عنداللہ تعالیٰ یقیناً مفید ہے اور شریعت مطہرہ کی اتباع کرنے والوں کے نزدیک بھی معتبر اور مقبول ہے، البتہ جنہوں نے اس مسئلہ میں حق بات کو ماننا ہی نہیں ان کے نزدیک واقعی مفید نہیں ہے انہوں نے تو اجتہادی خطا کی نسبت کرنا بھی گستاخی قرار دے دیا ہے۔ **نعوذ باللہ من ذلك**۔ لہٰذا اگر ابتداءً ہی صراحت کرتے اور اجتہادی خطا پر ہونا قرار دیتے تب بھی ان محققین کا فتویٰ یہی ہوتا کہ گستاخی کی ہے، **نعوذ باللہ من ذلك**۔

باقی رہا تین ماہ کے بعد وضاحت کرنے پر اعتراض، تو گزارش ہے کہ یہ بات تو معترضین کے خلاف تھی جسے چالاکی سے انہوں نے اپنی دلیل بنالیا۔ اگر خطا اجتہادی کی پیوندکاری تین ماہ کے بعد کی ہے تو کیا اس مدت تک یہ تمام محققین سوئے ہوئے تھے؟ یہ خطابات بند کمرے میں خلوت میں نہیں ہوئے بلکہ پہلا بیان لاہور جیسے شہر میں عظیم اجتماع میں ہوا ہے اور دوسرا گجرات کے ایک قصبہ میں جم غفیر میں ہوا تھا اور انٹرنیٹ پر بھی تھے۔ تین ماہ تک اہل سنت اور مخالفین بھی سنتے رہے اس کے بعد اچانک یہ کلمات توہین اور گستاخی بن گئے اور تین ماہ کے بعد وضاحت کرنے کا جواب ہر صاحبِ فہم سلیم پر واضح ہے کہ اس مدت تک کسی وضاحت کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی پھر جب متکلم کی مراد کے خلاف اس کا مطلب بیان کیا گیا تو انہوں نے وضاحت کردی کہ اس سے مراد اجتہادی خطا ہے۔ اسے پیوندکاری قرار

دینا کونسے شرعی اصول کی بنیاد پر ہے؟

رہا اس بات کا اقرار کہ اس مدت کے بعد وضاحت کی گئی ہے تو یہ صاحبِ کلام کی صاف گوئی ہے نہ کہ اقرارِ جرم، جیسا کہ معترضین تاثر دینا چاہتے ہیں۔ اور متنازعہ بیانات میں خطا کے لفظ کے ساتھ اجتہادی کا لفظ صراحت کے ساتھ مذکور نہ ہونا اس کی نیت اور ارادہ ہونے کی نفی نہیں کرتا۔ اور معترضین کا یہ دعویٰ کہ اجتہادی کی طرف کوئی خفیف سا اشارہ بھی نہیں ہے، اُن کی سنگین غلطی ہے، اس لیے کہ اجتہادی خطا مراد ہونا سیاق وسباق اور دوسرے دلائل سے روز روشن کی طرح واضح ہے۔

اور مولانا نے جو کہا ہے کہ اجتہادی خطا کی نیت سے مطلق خطا بولنا درست ہے تو لفظِ خطا مطلق بولنے کی بات کی ہے اور وہ بھی اجتہادی کی نیت سے نہ کہ مطلق خطا کی نیت سے، جبکہ لفظِ خطا مطلق بولنے سے اس کے معنی ومدلول یعنی فعل خطا کا مطلق ہونا لازم نہیں ہے (اس کا مفصل بیان اسی تحریر میں آچکا ہے)۔

اور نسبت لفظِ خطا کی نہیں کی جاتی بلکہ اس کے معنی اور مدلول کی، کی جاتی ہے۔ مطلق خطا کی نسبت انہوں نے نہ کی ہے اور نہ ہی اس کو درست کہا ہے تو گستاخی کا ارتکاب کیسے ہوگیا؟ جبکہ مطلق خطا کا مصداق علی الاطلاق خطائے معصیت قرار دینا اگرچہ سیاق وسباق اور دوسرے دلائل وقرائن اس کے خلاف ہی ہوں سراسر تحکم اور سینہ زوری اور افتراء اور بہتان بھی ہے اور اس صورت میں علی الاطلاق توہین اور گستاخی اور کفر ہونے کا فتویٰ لگانا شریعت مطہرہ پر بھی افتراء اور بہتان عظیم ہے جس سے توبہ فرض ہے۔

شبہ:

عصمت کے منافی اجتہادی خطا نہیں ہوتی بلکہ خطا معصیت ہوتی ہے اور چونکہ

متنازعہ الفاظ عصمت کی نفی کے ضمن میں بولے گئے ہیں لہٰذا اس جگہ اجتہادی خطا کی نیت ممکن ہی نہیں ہے اس لیے یہ پیوند کاری ہے۔ نیز دور حاضر میں اجتہادی خطا کی نسبت بھی صحابہ کرام کی توہین ہے۔

جواب:

یہ حقیقت ایک طالب العلم کے لیے بھی واضح ہے کہ مقصود جب شیعہ اور روافض کے عقیدہ کا ابطال ہے اور ان کے نزدیک اجتہادی خطا عصمت کے منافی ہے تو اجتہادی خطا کی نسبت برمحل اور درست ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم یہ واضح ترین حقیقت پیر صاحبان اور اُن کے محققین کی سمجھ میں کیوں نہیں آرہی؟ اور دور حاضر میں کسی صحابی کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کو توہین قرار دینا ان محققین کی دوسری سنگین غلطی ہے۔ اس کا تفصیلی بیان گزر چکا ہے کہ یہ حضرت صدر الشریعۃ رحمہ اللہ تعالیٰ پر افتراء اور بہتان ہے۔

شبہ:

خطا اجتہادی کا عوامی سطح پر تکرار عوام کے لیے گمراہی اور فساد ایمان کا باعث ہے۔

جواب:

جب جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے معترضین کی کرم فرمائی عوامی سطح پر ہورہی تھی تو جوابی کارروائی بھی اُنہی ذرائع ابلاغ کے ساتھ ہوتی رہی۔ عوامی سطح پر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی کرنے کا بہتانِ عظیم لگانا ان محققین کے نزدیک قابل اعتراض نہیں ہے اور مولانا کا اپنے موقف کی وضاحت کرنا قابل اعتراض ہوگیا، کیسا انصاف ہے؟

نیز پہلے تو چودہ صدیوں سے ایسے مسائل میں بعض حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان

کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنا بدعقیدگی سے بچنے کا ذریعہ تھا اور اب نئی تحقیق آ گئی کہ یہ وضاحت گمراہی اور فسادِ ایمان کا باعث ہے۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ و نعوذ باللہ من ذلک ۔

اور یہ کہنا کہ ''خود ان کے حسب تصریح متنازعہ الفاظ کے بولتے وقت ان کا انداز بیان واقعی جارحانہ تھا،،۔

ان محققین کی اس دلیری پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شبہ:

عربی عرف میں لفظ خطا بُرے معنی کے لیے متعین نہیں جبکہ یہاں کے عرف میں متعین ہے۔

جواب:

جب ان محققین نے اردو کتب لغات سے لفظ خطا اور غلطی کے متعدد معانی بقلم خود نقل کیے ہیں اور برصغیر کے محاورات و مکالمات میں متعدد معانی میں لفظ خطا اور غلطی مستعمل و مروج بھی ہیں جس کا انکار ممکن ہی نہیں ہے تو اس کے باوجود ان محققین کا یہ دعویٰ ایک حقیقت واقعیہ کا انکار ہے جس کو درست تسلیم کرنے کا کوئی جواز ہی نہیں تو یہ دھاندلی خطا اجتہادی مراد ہونے سے مانع کیسے ہو سکتی ہے؟

ٹھوس دلائل سے گستاخی ثابت کرنے کے دعویٰ کی حقیقت:

ان محققین نے تحکم وسینہ زوری اور شرعی اصول کی مخالفت اور اپنے ذوق کی تکمیل اور دھاندلی کا نام ٹھوس دلائل رکھا ہے اس کا ایک منظر ملاحظہ کریں۔ چنانچہ رقمطراز ہیں:

بایں ہمہ موصوف کے مذکورہ وضاحتی بیان کے بعد ہمیں اس حد تک مان لینے میں کچھ باک نہیں ہے کہ اس متنازع تقریر میں خطا سے ان کی مراد خطا اجتہادی ہے کیونکہ ایک تو حسب بیان امام راغب ''ھذہ اللفظۃ مشترکۃ الخ'' اس میں اس کی گنجائش ہے کہ اس کا ایک معنی خطا اجتہادی بھی ہے۔

دوسرا یہ شرعی اصول بھی ہے کہ جب کسی غیر معروف بالسوء صحیح العقیدہ اور صالح سنی سے حادثاتی طور پر اس جیسے الفاظ صادر ہو جائیں تو ان کو حتی الوسع محمل حسن ہی پر رکھا جائے گا حتی کہ کفری احتمالات بھی ہوں تو اس میں موجود ایمانی پہلو کو ترجیح دی جائے گی۔

چنانچہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام امام ابن حجر مکی قدس سرہ کے حوالہ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ: یاد رہے کہ بعض محتمل لفظ جب کسی مقبول سے صادر ہوں، بحکم قرآن انہیں معنی حسن پر حمل کریں گے (تا آخر)

(فتاویٰ رضویہ جلد 29 ص 224 مسئلہ نمبر 5 طبع رضا فاؤنڈیشن)

نیز ارقام فرماتے ہیں کہ: فرض قطعی ہے کہ اہل کلمہ کے ہر قول و فعل کو اگرچہ بظاہر کیسا ہی شنیع و فظیع ہو حتی الامکان کفر سے بچائیں، اگرچہ کوئی ضعیف سے ضعیف، نحیف سے نحیف تاویل پیدا ہو جس کی رو سے حکم اسلام نکل سکتا ہو تو اس کی طرف جائیں اور اس کے سوا اگر ہزار احتمال جانب کفر جاتے ہوں، خیال میں نہ لائیں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد 12 ص 317۔ نیز جلد 15 ص 236 و ص 256 نحوہ طبع مذکور)

(تا)

خلاصہ یہ کہ جلالی صاحب کے وضاحتی بیانات سے اتنا واضح ہوتا ہے کہ ان کی متنازع تقریر میں مذکور لفظِ خطا سے مراد خطا اجتہادی ہے جو جرم نہیں، جب کہ ہمارا ان پر اصل اعتراض مطلقاً خطا کی نسبت کرنے پر ہے جس کے جواز کے وہ اب بھی قائل ہیں (تا)

بناءً علیہ ہمارا اعتراض تا حال جوں کا توں قائم اور ان پر توبہ ورجوع کا حکم حسب سابق صحیح اور باقی ہے جب کہ لفظ ''غلطی'' کے حوالہ سے ان پر اعتراضات مستزاد ہیں۔(بلفظہٖ)

الجواب:

أقول و باللہ التوفیق: عبارت منقولہ بغور ملاحظہ کرلیں کیا یہ شریعت مطہرہ کی اتباع ہے؟ جب ان محققین نے بقلم خود ان حقائق کا اقرار کرلیا ہے کہ لفظ خطا مشترک ہے اس کے معانی متعدد ہیں اور متنازع تقریر میں خطا سے ان کی مراد خطا اجتہادی ہے اور جب شرعی اصول بیان کرتے ہوئے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ سے شیخ الاسلام ابن حجر مکی قدس سرہ العزیز کا ارشاد بھی نقل کر چکے ہیں کہ:

یاد رہے کہ بعض محتمل لفظ جب کسی مقبول سے صادر ہوں بحکم قرآن انہیں معنی حسن پر حمل کریں گے۔

نیز امام اہل سنت علیہ الرحمۃ سے یہ بھی بقلم خود تحریر کر چکے:

فرض قطعی ہے کہ اہل کلمہ کے ہر قول و فعل کو اگرچہ بظاہر کیسا ہی شنیع و فظیع ہو حتی الامکان کفر سے بچائیں، اگر کوئی ضعیف سے ضعیف، نحیف سے نحیف تاویل پیدا ہو جس کی رو سے حکم اسلام نکل سکتا ہو تو اس کی طرف جائیں اور اس کے سوا اگر ہزار احتمال جانبِ کفر جاتے ہوں، خیال میں نہ لائیں۔(فتاویٰ رضویہ)

اور خلاصہ کی صورت اس حقیقت کا اقرار بھی کرلیا کہ:

''خلاصہ یہ کہ جلالی صاحب کے وضاحتی بیانات سے اتنا واضح ہوتا ہے کہ ان کی متنازع تقریر میں مذکور لفظ خطا سے مراد خطا اجتہادی ہے جو جرم نہیں،،۔اس کے باوجود یہ بھی لکھ دیا ''جب کہ ہمارا ان پر اصل اعتراض مطلقاً خطا کی نسبت کرنے پر ہے (تا) بناءً علیہ ہمارا

اعتراض تا حال جوں کا توں قائم اور ان پر توبہ ورجوع کا حکم حسب سابق صحیح اور باقی ہے،،۔

أقول: لا حول و لا قوۃ الا باللہ: جب تسلیم کر چکے کہ خطا سے ان کی مراد خطا اجتہادی ہے (جس کی نسبت کرنا گستاخی ہر گز نہیں ہے) جب اس کا بھی اعتراف اور اقرار ہے کہ شرعی اصول بھی ہے کہ ایسی صورت میں لفظ کو حتی الوسع محمل حسن ہی پر رکھا جائے گا ایمانی پہلو کو ترجیح دی جائے گی اور بحکم قرآن اسے معنی حسن پر حمل کریں گے۔ جب یہ بھی معلوم ہے کہ فرض قطعی ہے کہ اہل کلمہ کے ہر قول و فعل کو حتی الامکان کفر سے بچائیں، اگر کوئی ضعیف ترین تاویل ہو سکے جس کی رو سے حکم اسلام نکل سکتا ہو تو اس کی طرف جائیں اور اس کے سوا اگر ہزار احتمال جانبِ کفر ہوں خیال میں نہ لائیں۔(فتاویٰ رضویہ)

جب شرعی اصول کے مطابق متنازعہ الفاظ کے بارے میں حکم شرع یہ ہے کہ اسے محمل حسن: خطا اجتہادی پر رکھیں بحکم قرآن اسے معنی حسن (اجتہادی خطا) پر حمل کریں اور فرض قطعی ہے کہ حکم اسلام کی طرف جائیں لیکن ان محققین کی شرعی بصیرت دیکھیں کہ بقلم خود شرعی اصول اور ائمۂ کرام کے ارشادات نقل کرنے اور خلاصہ یہ کہ جلالی صاحب تا آخر، بیان کرنے کے باوجود لکھ دیا ''جب کہ ہمارا ان پر اصل اعتراض،، تا آخر یعنی بے شک شرعی اصول یہی ہے جو ہم بقلم خود نقل کر چکے ہیں لیکن پھر بھی ہم اپنی ضد پر پکے ہیں۔ ہم اسے بحکم قرآن معنی حسن اور محمل حسن (اجتہادی خطا) پر حمل نہیں کرتے اور ہم فرض قطعی حکم اسلام کی طرف ہر گز نہیں جاتے ہم بالفرض اگر ہزار احتمال بھی ہوں جو جانب کفر جاتے ہوں ان کو خیال میں نہ لانے کے حکم کے برعکس اس جگہ کوئی احتمال کفر نہ ہونے کی وجہ سے تحکم اور سینہ زوری سے حکم کفر لگائیں گے۔ چنانچہ لکھا: ''جب کہ ہمارا ان پر اصل اعتراض مطلقاً خطا کی نسبت کرنے پر ہے۔۔۔۔ بناءً علیہ ہمارا اعتراض تا حال جوں کا توں قائم اور ان پر توبہ و

رجوع کا حکم حسب سابق صحیح اور باقی ہے،،۔

أقول: انا للہ و انا الیہ راجعون۔ شرعی اصول، حکمِ قرآنی، فرضِ قطعی کا کیسا احترام ہورہا ہے؟ شریعت مطہرہ کے ساتھ کھیلا جارہا ہے؟ **نعوذ باللہ من ذلك و لا حول و لا قوۃ الا باللہ** ۔ بقلم خود لکھا ہے کہ حسبِ بیان امام راغب ''**ھذہ اللفظۃ مشترکۃ**'' کہ لفظ خطا مشترک ہے، اس کا ایک معنی خطا اجتہادی بھی ہے۔ اس کے باوجود کہتے ہیں: ''ہمارا ان پر اصل اعتراض مطلقاً خطا کی نسبت کرنے پر ہے،، تا آخر۔

یاد رہے کہ حضرت علامہ مولانا محمد اشرف آصف جلالی زید مجدہ وسلمہ ربہ تعالیٰ کے متنازعہ الفاظ سیاق وسباق کی روشنی میں شرعی اصول کے مطابق حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا کی گستاخی اور کفر ہونا تو درکنار فسق ہونا بھی کوئی شخص ثابت نہیں کرسکتا، اور جو لوگ ایسے فتوے لگا رہے ہیں وہ شریعت مطہرہ کا جو احترام کررہے وہ اہل علم پر ہرگز مخفی نہیں ہے جس کا ایک منظر ابھی ملاحظہ کرچکے ہیں کہ وہ لوگ اپنے ذوق اور جذبات ہی کو حکم شرع قرار دے رہے ہیں۔ جب مولانا نے بولا ہی لفظ مشترک ہے جس کا ایک معنی خطا اجتہادی ہے جو اُن کی مراد ہے اور سیاق وسباق سے خوب واضح ہے تو پھر اس اعتراض کا کیا جواز ہے کہ انہوں نے مطلق خطا کی نسبت کی ہے یا مطلقاً خطا کی نسبت کی ہے؟

اور اگر بالفرض مطلق خطا کی نسبت کی جاتی تو اس کے متعدد معانی ہیں خطا معصیت پھر بھی متعین نہیں ہے۔ عرف اور محاورات میں یہ لفظ متعدد معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ارباب علم ودانش پر پوشیدہ نہیں ہے۔

ان محققین نے تحکم اور شرعی اصول کی خلاف ورزی کو ناقابل تردید ٹھوس دلائل کا نام دے کر متنازعہ الفاظ کو من حیث الاصل گالی قرار دے کر کفر قرار دے دیا اور پھر کچھ اکابر

اسلاف کرام کے نام بھی لکھ دیئے کہ یہ حکم کفران کے حسبِ ارشادات ہے۔

نعوذ باللہ من ذلك۔

سوال یہ ہے کیا خطا بمعنی ضد صواب اور خطا اجتہادی اور غلطی بمعنی نادرستی اور غلط فہمی ان الفاظ کا اصلی معنی نہیں ہے؟ کیا برصغیر میں مذکورہ معانی میں ان الفاظ کا استعمال نہیں ہے؟ جب یہ اصلی معنی ہے اور مراد بھی یہی ہے تو معنی مقصود کے خلاف محض سینہ زوری سے اسے من حیث الاصل مطلقاً گالی قرار دینا اور پھر اس پر کفر ہونے کا حکم صادر کرنا اور اسے اکابر کے حسبِ ارشادات قرار دینا کیا یہ شرعی اصول پر عمل ہورہا ہے؟ کیا یہ حکم شرعی صادر کیا جارہا ہے؟ **انا للہ و انا الیہ راجعون**۔

ان محققین کے ٹھوس دلائل کی ایک اور جھلک ملاحظہ کریں:

چنانچہ رقمطراز ہیں:

پس متوجہ کرنے پر جلالی صاحب نے چونکہ اپنے وضاحتی بیانات میں یہ وضاحت کردی ہے کہ ان کے بولے گئے الفاظ میں خطا سے ان کی مراد جرم، گناہ اور معصیت اور اس کے کوئی بُرے معنی ہرگز نہیں ہیں بلکہ اس سے ان کی مراد خطا اجتہادی ہی ہے جو شرعاً مجتہد کے حق میں موجب اجر ہوتی ہے اس لیے یہی کہا جائے گا کہ ان کے متنازعہ کلام میں خطا سے خطائے معصیت مراد لینا ان کے وضاحتی بیان کے قطعاً خلاف، اس کے بالکل منافی اور **توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ**، ہے۔ (بلفظہٖ)

اس اعتراف واقرار کے باوجود ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا:

لیکن چونکہ یہ الفاظ ان سے صادر ہوئے ہیں جس سے ان سے نادانستہ سوءادبی کا ارتکاب ہوگیا ہے اس لیے توبہ ورجوع کا حکم ان پر بہرحال باقی ہے۔

بالفاظ دیگر ان کی وضاحت کے بعد یہی کہا جائے گا کہ انہوں نے دانستہ اس جرم کا ارتکاب نہیں کیا مگر اس سے نادانستہ ارتکاب جرم کا حکم ختم نہیں ہوجائے گا جیسے کوئی کہنا یہ چاہتا تھا کہ اللہ ایک ہے مگر بے توجہی اور بے خیالی میں زبان سے نکل گیا یہ کہ معاذ اللہ اللہ ایک نہیں ہے تو ظاہر ہے اس صورت میں اگر چہ اس کے کافر ہونے کا حکم نہیں لگے گا مگر قول کفر ہی رہے گا اور پتہ چلنے پر توبہ بہر صورت لازم ہوگی اور ڈٹ جانا ہرگز روا نہیں ہوگا۔(بلفظہٖ)

الجواب:

أقول و باللہ التوفیق:

جب اس فاضل محترم نے لفظ مشترک بولا ہے اور کسی برے معنی کی نیت سے ہرگز نہیں بولا بلکہ ان کی مراد اجتہادی خطا ہے جس میں گستاخی اور سوء ادبی کا شائبہ بھی نہیں ہے اور اس امر کا ان محققین کو بھی اعتراف ہے کہ خطائے معصیت مراد لینا اس فاضل کے وضاحتی بیانات کے قطعاً خلاف اور بالکل منافی اور ان کے قول کا ایسا مطلب بتانا ہے جسے وہ قطعاً پسند نہیں کر سکتے۔اس کے باوجود ان محققین کا یہ کہنا: لیکن چونکہ یہ الفاظ ان سے صادر ہوئے ہیں تا آخر۔

أقول: لاحول و لا قوۃ الا باللہ: کیا یہ شرعی حکم بیان کیا جارہا ہے؟

یہ حکم شرع نہیں ہے البتہ شریعت مطہرہ پر افتراء اور بہتان ضرور ہے۔

کونسے شرعی اصول کی بنیاد پر ثابت ہوتا ہے کہ ان سے نادانستہ سوء ادبی کا ارتکاب ہوگیا ہے جس کا حکم شرعی کفر ہے اس سے توبہ اور رجوع کا حکم ان پر بہر حال باقی ہے؟ اور پھر اس کی مثال یہ بیان کرنا: جیسے کوئی یہ کہنا چاہتا تھا کہ اللہ ایک ہے، تا آخر، دوسرا ظلم ہے۔ یہ قول کہ: اللہ ایک نہیں ہے۔**نعوذ باللہ من ذلك**۔کیا اس کے متعدد معانی ہیں؟ کیا اس

کا کوئی ایسا معنی بھی ہے جس میں سوء ادبی کا شائبہ بھی نہیں ہے؟

لاحول و لا قوۃ الا باللہ۔

یہ قول بہر صورت فی نفسہٖ قطعی کفر ہے۔بے خیال سے کہے یا توجہ سے کہے۔جو اسے کفر نہ جانے وہ قطعی کافر ہے اور اگر پہلے مسلمان تھا بعد میں اُسے کفر نہ جانے، وہ قطعی مرتد ہے، اس کے لیے مرتدین کے تمام احکام ثابت ہو چکے۔

کیا مطالبہ فدک میں سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت اجتہادی خطا کی نیت سے یہ کہنا کہ: خطا پر تھیں جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں اور ''يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ الآیۃ'' سے استدلال کی نسبت یہ کہنا: اگر یہ دلیل پیش کی تھی تو بھی معصوم نہیں تھیں غلطی ہوگئی (یعنی غلط فہمی ہوگئی۔یہ دلیل پیش کرنا درست نہیں تھا)

کیا یہ الفاظ بھی قطعی کفر ہیں؟ **نعوذ باللہ من ذلك**۔یا کم از کم کیا ہر صورت میں یہ سوء ادبی اور توہین و گستاخی ہیں اور ان کا حکم کفر ہے؟ **نعوذ باللہ من ذلك**۔جب نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر کیا یہ الفاظ اچھے معنی کی نیت سے بھی بالارادہ بولنے سے نادانستہ ارتکاب جرم ہوجائے گا اور وہ بھی کفر؟ **لا حول و لا قوۃ الا باللہ و نعوذ باللہ من ذلك**۔شریعت مطہرہ کا کیسا احترام ہورہا ہے؟

کیا شریعت مطہرہ پیر صاحبان اور ان کے محققین کی خواہش نفس کے تابع ہے کہ جس قول کو پسند نہ کریں وہ کفر قرار پائے گا؟ **نعوذ باللہ من ذلك**۔اور پھر اس پر لزوم کفر اور التزام کفر کے بارے میں عباراتِ علماء اعلام فٹ کرنا تیسرا ظلم ہے۔

سوال یہ ہے کہ متنازعہ الفاظ کا اس نیت سے بولنا جس سے اس فاضل محترم نے بولے ہیں، اس سے کفر کیسے لازم آتا ہے کہ متوجہ کرنے کے باوجود توبہ نہ کرنے کی صورت

میں التزام کفر بن جائے گا؟

پیر صاحبان اور ان کے محققین سے گزارش ہے کفر تو درکنار شرعی اصول کے مطابق لزوم فسق ہی ثابت کریں تو فاضل محترم کو لزوم فسق سے توبہ کرنے میں بھی عذر نہیں ہوگا۔ لیکن یاد رکھیں نہ کوئی ثابت کر سکا اور نہ ہی کر سکے گا کیونکہ جو امر حکم شرعی قطعی کے لوازم سے ہے وہ شریعت مطہرہ میں لزوم فسق کا سبب کیسے ہو سکتا ہے؟ پیر صاحبان اور ان کے محققین قائل کی طرف سے وضاحت کے باوجود ان الفاظ کو محض سینہ زوری سے کفر قرار دے رہے ہیں جو درحقیقت اللہ تعالیٰ اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شریعت مطہرہ پر افتراء اور بہتان عظیم ہے جس سے توبہ کرنا ان تمام پر فرض ہے۔

ٹھوس دلائل کا تیسرا نمونہ ملاحظہ کریں:

ان محققین کی بے اصولی اور سینہ زوری پر دلیری اور جرأت دیکھیں چنانچہ رقمطراز ہیں: (لفظ خطا کے دورُخی ہونے کے حوالہ سے استدلال)

اس سے قطع نظر اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ مطلق خطا کے مشترکۃ المعانی مان لینے کی صورت میں یہ لفظ دورُخی الفاظ سے قرار پائے گا، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے تعلق رکھنے والے احکام میں سے ایک یہ ہے کہ آپ سے متعلق پہلودار اور دو رُخی الفاظ (جن کا توہین یا سبب توہین ہونا معلوم ہو، ان) کا بولنا شرعاً حرام ہے جس کی ایک مثال رَاعِنَا کے الفاظ ہیں جو دورانِ خطاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر کرم حاصل کرنے کے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بولتے تھے کہ حضور! ہماری رعایت فرمائیں یعنی سرکار! یہ بات دوبارہ ارشاد فرمائیں تاکہ ہم اچھی طرح سمجھ لیں۔

یہود کی زبان میں یہ لفظ ایک بُرے معنی میں مستعمل تھے انہوں نے موقع سے

ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے گالی دینے کی غرض سے یہ الفاظ بولنے شروع کر دیئے جس پر صحابہ کرام کو بہت رنج پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ شریف کی آیت نمبر 104 يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا الآیۃ نازل فرما کر اس پر پابندی عائد فرمادی اور اس کی جگہ ''اُنْظُرْنَا'' کہنے کا حکم فرمایا یعنی حضور ہم پر نظر کرم فرمائیں۔ (بلفظہٖ)

الجواب:

أقول و باللہ التوفیق: جب ان محققین نے مطلق خطا کو مشترکۃ المعانی الفاظ سے مان لیا اور یہ لفظ دورُخی الفاظ سے قرار پایا اور اسے ''رَاعِنَا'' کی مثال قرار دیا۔ اس سے تو مسئلہ حل ہو گیا اس کے بعد اس فاضل محترم پر گستاخی کے فتوے لگانے اور توبہ ورجوع کا مطالبہ کرنے کا شرعی جواز ہی باقی نہ رہا اور بحمد اللہ تعالیٰ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ یہ فتوے بے اصولی اور سینہ زوری پر مبنی ہیں نہ کہ شرعی اصول پر۔

اس لیے کہ جب حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان لفظ ''رَاعِنَا'' کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سے مخاطب ہوتے تھے اور یہ صرف ایک بار نہیں ہوا بلکہ کتب مذہب مہذب سے واضح ہے کہ حضور سید المرسلین ﷺ کے ارشادات عالیہ سننے کے دوران جب ضرورت محسوس ہوتی یہ کلمہ بولتے تھے یعنی بارہا مرتبہ ایسا ہوا، جب کہ یہود کی زبان میں یہ لفظ بُرے معنی کے لیے بھی استعمال ہوتا تھا تو اس معنی کی نیت سے ان کے بولنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ میں اس لفظ کے بولنے سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو منع فرمادیا اور اس کی جگہ ''اُنْظُرْنَا'' کہنے کا حکم دیا

اس حقیقت سے پیر صاحبان اور ان کے محققین کو اختلاف کرنے کا شرعی کوئی جواز نہیں ہے کیونکہ بقلم خود اس کا اقرار کر چکے ہیں اور کتب تفاسیر واحادیث میں تصریح بھی ہے

تو اب ہمارا سوال یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان بارگاہ نبوی میں یہ لفظ اچھے معنی کی نیت سے بار ہا مرتبہ بول چکے تھے پھر بوجہ مذکور اللہ تعالیٰ جل وعلا نے ان حضرات کو بارگاہ نبوی میں اس لفظ کے بولنے سے منع تو فرمادیا لیکن کیا ان حضرات مخلصین کو گستاخی کا مرتکب بھی قرار دیا اور ان کے اس کلمہ بولنے پر کفر ہونے کا حکم لگایا اس لیے کہ: چونکہ یہ لفظ ان سے صادر ہوا ہے جس سے نادانستہ ان سے سوء ادبی کا ارتکاب ہوگیا، اس لیے توبہ اور رجوع کا حکم ان پر بہرحال باقی ہے۔ اس سے نادانستہ ارتکابِ جرم کا حکم ختم نہیں ہوجائے گا؟ جیسا کہ یہ محققین اسے شرعی حکم قرار دے رہے ہیں۔

ان محققین کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ گستاخی کی نیت سے یہود کا یہ کلمہ بولنا بلاشبہ کفر تھا۔ کیا اچھے معنی کی نیت سے حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ کلمہ بولنا بھی کفر تھا؟ **نعوذ باللہ من ذلك**۔ کیا کائنات میں سے کسی مقدس ہستی کی بے ادبی حضور مصطفیٰ کریم ﷺ کی ذات مقدسہ کی بے ادبی سے بھی زیادہ سنگین ہوسکتی ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بھی کوئی غیور ہوسکتا ہے؟ کیا جو مالک الملک شریعت مطہرہ وضع کرنے والا ہے اس سے بڑھ کر تو درکنار اس کے برابر بھی کسی کو شریعت مطہرہ کا علم ہوسکتا ہے؟

ان پیر صاحبان اور ان کے محققین سے گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حیا کے کچھ تقاضے بھی ہیں ان کو ملحوظ رکھنا بھی فرض ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے لفظ ''رَاعِنَا'' لغتِ یہود میں سنگین گستاخی کا کلمہ ہونے اور اس بُرے معنی کی نیت سے ان کے بولنے پر حکم کفر لگانے کے باوجود حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اچھے معنی کی نیت سے بار ہا مرتبہ یہی کلمہ بولنے پر کفر ہونے کا اور ان حضرات پر گستاخی کے مرتکب ہونے کا حکم ہرگز نہیں لگایا البتہ بارگاہ نبوی میں اس کے بولنے سے منع فرمایا ہے، تو حضرت

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذات قدسیہ کے بارے میں کسی بُرے معنی کے ارادہ سے ہرگز نہیں بلکہ نیک نیتی سے اجتہادی خطا اور غلط فہمی اور ان کے موقف کے صواب اور درست نہ ہونے کے معنی کے ارادہ سے لفظ خطا اور غلطی بولنے پر حکم کفر اور قائل پر توبہ اور رجوع فرض ہونا کونسا اسلام ہے؟

یہ شریعت مطہرہ کا فیصلہ اور حکم نہیں ہے البتہ ان پیر صاحبان اور ان کے محققین کا شریعت مقدسہ پر قطعی اور یقینی افتراء اور بہتان ضرور ہے۔ اس لیے کہ اجتہادی خطا کی نیت سے لفظ خطا مطلق بولنا از روئے شرع ممنوع ہونے پر کوئی دلیل شرعی نہیں ہے بلکہ احادیث نبویہ اور علمائے اعلام وائمہ کرام کے کلام میں ایسے مواقع پر اس کا استعمال موجود ہے جو اس کے جواز پر واضح دلیل شرعی ہے۔ لہٰذا اجتہادی خطا کی نیت سے خطا کا لفظ بولنے کو گالی اور کفر قرار دینا اور قائل پر توبہ اور رجوع فرض ہونے کا حکم لگانا اور متوجہ کرنے کے باوجود توبہ اور رجوع نہ کرنے کی صورت میں اسے التزام کفر قرار دینا، اور ایسے ہی اجتہادی غلطی اور غلط فہمی اور نادرستی کی نیت سے غلطی کا لفظ بولنے پر یہی احکام صادر کرنا، اللہ تعالیٰ اور حضور انور رسول اللہ ﷺ اور شریعت مطہرہ پر افتراء اور بہتان عظیم ہے اور شریعت خود گھڑنے کے مترادف ہے اور اپنی اس من مانی کو حکم شرعی قرار دینا اس کو شرعاً واجب العمل جاننا، پھر اس پر ضد اور اصرار کرنا بذات خود ظلم عظیم ہے۔ اسلام لوگوں کی خواہش نفس کے تابع نہیں ہے کہ جو ان کا ذوق ہو بس وہی شریعت ہوجائے گی۔

نعوذ باللہ من ذلك ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

نیز یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ کلمہ ''رَاعِنَا'' اگرچہ یہود کی لغت میں اس کا ایک معنی گستاخی والا تھا جو علیم وخبیر ذات اقدس (اللہ تعالیٰ) کو بلاشبہ معلوم تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے

حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کو یہ لفظ بولنے سے شروع ہی میں منع نہیں فرمایا اور نہ ہی اس کے بولنے پر معصیت ہونے کا کوئی حکم صادر فرمایا البتہ یہود کے بُری نیت سے بولنے کو کفر قرار دیا ہے جیسا کہ اہل علم کے لیے نظم باری تعالیٰ سے واضح ہے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو بارگاہ نبوی میں اس کے بولنے سے منع فرما دیا۔

جبکہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے لفظِ خطا بُرے معنی میں نہ کسی نے بولا اور ان شاء اللہ تعالیٰ نہ ہی کوئی بولے گا۔ اس کے باوجود خطا اجتہادی کی نیت سے بولنے پر حکم کفر صادر کرنا اور توبہ و رجوع فرض جاننا اور توبہ و رجوع نہ کرنے کی صورت میں التزام کفر کا فتویٰ دینا، یہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات کا فیصلہ ہرگز نہیں بلکہ پیر صاحبان اور ان کے محققین کی خودساختہ شریعت کا فیصلہ ہے۔

اکابر علماء کرام سے تحریری دلائل پر شرعی فیصلہ لینے کی دعوت:

شرع محمدی کی روشنی میں ان تمام لوگوں پر اپنے اس ظلم عظیم سے توبہ اور رجوع فرض ہے اور اگر اپنے اس فتویٰ کو درست یقین کرتے ہیں تو ہمارا چیلنج ہے کہ اس مسئلہ سے متعلقہ ہماری اور اپنی تحریرات پر اکابر علمائے اہل سنت سے تحریری فیصلہ کروائیں اور اگر فیصلہ کروانے کی رائے قبول نہ کریں اور نہ ہی اپنے فتویٰ سے رجوع اور توبہ کریں تو بفضلہٖ تعالیٰ ہماری طرف سے اتمام حجت ہو چکا، کل قیامت کے دن ان لوگوں کا کوئی عذر نہیں ہوگا۔

اگر سمجھتے ہیں کہ انہوں نے واقعی شرعی اصول پر مبنی فتویٰ دیا ہے تو پھر جرأت کا مظاہرہ کریں اور اکابر علماء کرام سے فیصلہ لیں۔ نیز اپنے متعلقین اور معتقدین حضرات کو اپنی تحریرات کے ساتھ ہماری تحریرات پڑھنے اور اپنے ایمان سے فیصلہ لینے کی تاکید بھی ضرور کریں جیسا کہ ہم تمام قارئین کو کہتے ہیں کہ ہماری تحریرات کے ساتھ ان محققین کی دھاندلی

ضرور پڑھیں تاکہ سب پر واضح ہو جائے کہ اتباعِ شرع کون کر رہے ہیں۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

اور ہم پھر واضح کر رہے ہیں کہ ہمارا یہ چیلنج حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد اشرف آصف جلالی دامت برکاتہم القدسیہ کو گستاخی کا مرتکب قرار دینے والے تمام لوگوں کو ہے نہ اس سے کوئی جامعہ مستثنیٰ ہے اور نہ ہی کوئی آستانہ ہے اور نہ ہی ان کے علاوہ کوئی مفتی اور محقق اور ڈاکٹر و مفکر۔

اسلام اور شریعت میں سینہ زوری اور دھاندلی کی اجازت کسی کے لیے نہیں ہو سکتی۔

اگر شریعت مطہرہ کا حوالہ دینا ہے تو شرعی اصول کی پابندی کرنا ہوگی اور اگر اپنے ذوقی احکام صادر کرنے ہیں تو ان کی موافقت کی پابندی دوسروں پر کیوں ضروری ہوگئی؟ اور اس کا نام حکم شرعی رکھنے کا اختیار کیسے مل گیا؟ نیز اکابر علماء کرام سے تحریری دلائل پر تحریری شرعی فیصلہ اس اختلاف کے خاتمہ کے لیے ایک پروقار اور پائیدار حل ہے۔ اکابر علماء کرام سے فیصلہ کروانے سے متعلق ضروری گزارشات ”محفوظیت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا“ میں لکھ دی ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین۔

شبہ:

جلالی صاحب کے اس اقدام سے نوجوان دھڑا دھڑ شیعہ بن رہے ہیں کہ سنی اس عقیدہ کے ہیں۔

جواب:

الحمد للہ تعالیٰ اہل سنت روشن عقیدہ پر ہیں اور اگر کوئی شخص اپنی کج فہمی کی وجہ سے روشن عقیدگی کو بدعقیدگی خیال کرتا ہے تو اس کے لیے ہدایت کی دعا ہی کی جا سکتی ہے۔

اگر انصاف کا خون نہ کر دیا جائے تو معترضین کو اس امر کا اعتراف کرنا لازم اور ضروری ہے کہ نوجوانوں کے گمراہ ہونے کا اصل سبب ڈاکٹر صاحب کے بیانات ہرگز نہیں ہیں۔ان کے بیانات ہزاروں لوگوں نے سنے،ان پر تین ماہ گزرے کسی نے گستاخی کرنے کا اعتراض نہیں کیا کیونکہ انہوں نے گستاخی کی ہی نہیں تھی۔ پھر جب کچھ پیر صاحبان اور ان کے ہم نوا مولوی صاحبان اور ان کے ساتھ کچھ دوسرے لوگوں نے بھی سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی کرنے کا ڈاکٹر صاحب پر بہتان عظیم باندھا اور اہل سنت کے اجماعی عقیدہ کو گستاخی اور توہین قرار دے دیا تو اس کے نتیجہ میں اگر کچھ بے عقل نوجوان شیعہ ہو رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں جنہوں نے اہل سنت کے اجماعی عقیدہ کو گستاخی کا نام دے کر بے عقل اور جاہل نوجوانوں کو عقائد اہل سنت اور علماء اہل سنت سے بدظن کیا ہے اور اگر ان محققین کو اس حقیقت کا اعتراف کرنے کی توفیق نہ ہو تو فکر نہ کریں کل قیامت کے دن ان کو تصدیق ہو جائے گی کیونکہ اس دن صرف انصاف ہوگا وہاں اُجالا ہو جائے گا کہ مسلک کو نقصان کس کی وجہ سے ہوا تھا؟

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

مسئلہ خطا میں ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض حضرات نے اس مسئلہ پر اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے بعد لکھا:

اس تمام صورت حال سے جو نقصان ہوا وہ نا قابل تلافی ہے اور اگر کوئی بھی انصاف پسند دردمند، مخلص سنی غور کرے تو وہ مولانا اشرف جلالی کو اس جرم پر کبھی معاف نہیں کر سکتا کہ اُن کی باغ فدک کے مسئلہ پر بلا ضرورت بحث اور خاتون جنت سیدۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کھلے لفظوں میں اصرار اور تکرار کے ساتھ خطا کا مرتکب قرار دینے اور غلطی پر ہونے کا

ذکر کرنے سے پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار خلیفۃ الرسول امام الاتقیاء سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف انتہائی شرم ناک انداز میں تبرا بھیجا گیا (تا) اور اس کی بنیاد بنی مولانا اشرف آصف جلالی دامت فیوضھم کا مخدومۂ کائنات خاتون جنت سیدہ زہراء سلام اللہ علیہا کی شان عظمت پناہ میں خطا اور غلطی کے الفاظ کو بے محابہ بولنا اور انتہائی مذموم جسارت کے ساتھ ان الفاظ کو سیدۂ کائنات کے ساتھ منسوب کرنا اور غلطی کی نشاندہی کے بعد ڈٹ کر اپنی خطا کو صواب ثابت کرنے کی کوشش کرنا۔

ہر دردمند سنی سیدنا صدیق اکبر کی شان میں شدید گستاخانہ تقاریر سن کر کرب میں مبتلا ہوا اور جب اسے پتہ چلا کہ اس کا سبب اہل سنت کے متبحر عالم دین حضرت مولانا اشرف آصف جلالی کی طرف سے سیدہ زہراء سلام اللہ علیہا کو خطا کار اور غلط کہنا ہے تو دوہرے کرب میں گرفتار ہوا کہ اب الزام کسے دیں اور غلط کسے کہیں اور دفاع کیسے کریں؟

الجواب:

عبارت منقولہ بغور ملاحظہ کرلیں گزارش ہے کہ حقائق کا تجزیہ کرنے میں انصاف پسندی کے اس معیار پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے تاہم اس پر کچھ تبصرہ کرنے کی بجائے ہم حقائق واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس امید پر کہ انصاف پسند، دردمند مخلص سنی حق واضح ہو جانے کے بعد اس کو قبول کرنے میں تاخیر نہیں کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ، ملاحظہ کریں:

و باللہ التوفیق۔نقصان واقعی نا قابل تلافی ہوا ہے۔اسلام اور سنیت پر وہ ظلم ہوا جو نا قابل بیان ہے تبرا کے علاوہ اس دورانیہ میں کتنے ہی لوگ عقیدۂ اہل سنت سے محروم ہو کر بدعقیدہ ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں اور نجانے کب تک ہوتے رہیں گے لیکن اس نا قابل

تلافی نقصان کا اصل سبب حضرت مولانا محمد اشرف آصف جلالی دامت فیوضہم القدسیۃ کا باغ فدک کے مسئلہ میں سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں کہنا: ''خطا پر تھیں جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں'' قرار دینا سراسر ناانصافی ہے۔

اس لیے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی مالی میراث نہ ہونا قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ مذہبِ اہل سنت سے ہے اور اس حکم شرعی قطعی پر ایمان لانا فرض ہے اور اس کے خلاف موقف کو خطا جاننا، حق وصواب نہ جاننا شرعاً لازم اور ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر اس حکم شرعی قطعی پر ایمان نہیں ہوسکتا جبکہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فدک وغیرہ میراثِ نبوی کا مطالبہ کیا تو ان کا موقف اور مطالبہ اس حکم شرعی قطعی کے خلاف تھا اور یہ آپ کی اجتہادی خطا تھی جو گناہ اور معصیت ہرگز نہیں ہے اور مولانا محمد اشرف آصف جلالی زیدمجدہ کے الفاظ کا مطلب روز روشن کی طرح واضح ہے کہ آپ کا فدک مانگنا اور اس کا تقاضا کرنا خطا تھا یعنی صواب اور درست نہیں تھا۔ خطا بمعنی غیر صواب اور نقیضِ صواب ہے، اس میں توہین اور گستاخی کا شائبہ بھی نہیں ہے اس لیے کہ جب دلائل شرع سے یہ حقیقت ثابت شدہ ہے کہ آپ کا فدک مانگنا اور مطالبۂ میراث کرنا حکم شرعی قطعی کے خلاف تھا تو اس کے خطا ہونے یعنی حق وصواب نہ ہونے کا عقیدہ رکھنا ازروئے شرع لازم اور ضروری ہوا، اور کسی شرعی مسئلہ میں عالم مجتہد کی رائے کا خطا ہونا، حق وصواب نہ ہونا اس کی اجتہادی خطا ہے۔

تو بلاضرورت نہیں بلکہ انتہائی ضرورت کے وقت اور نہایت نازک ترین حالات میں جبکہ شیعہ اور روافض سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علانیہ طور پر ظالم کہہ رہے ہیں بلکہ اس سے بھی بہت سنگین گستاخیاں کررہے ہیں تو حضرت سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مطالبۂ میراثِ نبوی کی شرعی حیثیت کی وضاحت کرنا، ازروئے شرع

توہین اور بے ادبی اور کفر کیسے بن گیا؟ یہ کونسا اسلام اور شریعت ہے کہ ایک عقیدہ رکھنا تو ازروئے شرع لازم اور ضروری ہے لیکن اس کو بیان کرنا (وہ بھی انتہائی ضرورت کے وقت) کفر ہے؟ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ و نعوذ باللہ من ذلك۔**

گزارش ہے کہ ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ مذکورہ الفاظ کے ساتھ اگر مولانا ایک لفظ کا اضافہ کردیتے اور یوں کہتے: اجتہادی خطا پر تھیں'' تو بہت ہی اچھا ہوتا (اگرچہ ان محققین کی نئی تحقیق میں یہ بھی گستاخی اور کفر ہی قرار پاتا۔ **نعوذ باللہ من ذلك**)

لیکن جب عبارتِ تصفیہ کے تناسب سے صرف لفظِ خطا بولا ہی گیا اور وہ بھی بمعنی ضدِ صواب، اجتہادی خطا کی نیت سے جیسا کہ اس مسئلہ میں اہل سنت کے اجماعی عقیدہ سے روز روشن کی طرح واضح ہے اور اسی کو بیان کرنا مقصود تھا جو اس عبارت کے سیاق وسباق سے بھی ظاہر ہے تو اس کے باوجود اسے گستاخی اور توہین قرار دینا اور پھر اس پر کفر ہونے کا حکم صادر کرنا اور اس حکم کو حکم شرعی قرار دینا اور پھر مولانا کے توبہ اور رجوع نہ کرنے کی وجہ سے اسے التزام کفر کہنا، خود شریعت گھڑنے اور اپنے ذوق اور اپنی رائے کو شریعت قرار دینے کے مترادف ہے اور اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم ﷺ پر افتراء اور بہتان عظیم ہے۔

کیا مخالفین عوام الناس کو گمراہ کرتے رہیں اور علمائے حق تماشائی بن کر دیکھتے اور سنتے رہیں؟ ایسے حالات میں اس مسئلہ کی وضاحت کرنے کو باغ فدک کے مسئلہ پر بلا ضرورت بحث اور مولانا کا ناقابل معافی جرم قرار دینا اور پھر اس کا ترجمہ خطا کار اور غلط سے کرنا اور اسے شیعہ اور روافض کے انتہائی شرمناک تبرا جیسا سمجھنا اور انتہائی مذموم جسارت قرار دینا، انصاف کا خون کرنا ہے۔

کیا ایک متقی جید عالم دین کے کلام پر شرعی حکم لگانے کے لیے ان اصول کو ملحوظ رکھنا

شرعاً فرض نہیں ہے جن کی رعایت ایک عام مسلمان کے کلام پر شرعی حکم لگانے کے لیے بھی ہر مفتی پر فرض ہے؟ بالخصوص جب وہ عالم دین اپنے کلام کی وضاحت بھی بار بار کر چکے ہوں۔ ان کے بیانات بروقت سننے کے علاوہ انٹرنیٹ پر ہونے کی وجہ سے کثیر لوگوں نے سنے جن میں علماء اہل سنت کے علاوہ مخالفین بھی شامل ہیں اور ان پر تین ماہ گزرے لیکن کسی کے ذہن میں گستاخی کا کھٹکا بھی نہیں گزرا۔ پھر بعض لوگوں کے گستاخی گستاخی کا شور کرنے کی وجہ سے اچانک وہ بیانات گستاخی بن گئے **نعوذ باللہ من ذلك**۔ اور وہ بھی ایسی سنگین کہ اس پر شرعی حکم بصورت کفر صادر ہوا۔ **لا حول و لا قوة الا باللہ و نعوذ باللہ من ذلك**۔

ایک طرف اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ اور حکم شرعی قطعی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی مالی میراث نہیں ہے اور دوسری طرف اس کے خلاف اجتہاد ہے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بعض دوسری شخصیات کا جن کی رائے شروع میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے موافق تھی، توجہ ہٹ جانے کی وجہ سے اس مسئلہ میں انہیں بھی حضرت سیدہ فاطمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرح غلط فہمی ہو گئی تھی مولانا نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام تو اس لیے ذکر کیا کہ بات ہی ان کے بارے میں ہو رہی تھی روافض کا اعتراض ہی ان کے حوالے سے ہے

اور یہ دونوں امر: حکم شرعی قطعی اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بعض دوسری شخصیات کا اجتہاد، متضاد ہیں۔ جبکہ یہ امر بھی قطعی اور یقینی ہے اور اس پر ایمان فرض ہے کہ حکم شرعی قطعی ہی حق وصواب ہے اور اس کے خلاف اجتہاد، قطعی اور یقینی طور پر خطا ہے کیونکہ وہ حکم شرعی قطعی کے خلاف ہے اور وہ تمام شخصیات بشمول حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے رجوع سے پہلے اجتہادی خطا پر تھیں تو لامحالہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی

اللہ تعالیٰ عنہا بھی جب میراث نبوی فدک وغیرہ کا تقاضا کر رہی تھیں تو اجتہادی خطا پر تھیں یہ اہل سنت کا اجماعی قطعی عقیدہ ہے۔

اور یہی حضرت علامہ شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد اشرف آصف جلالی دامت برکاتہم القدسیۃ کا مقصود ہے۔ انہوں نے اکابر سنی علماء کرام سے دینی تعلیم حاصل کی ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ راسخ فی العلم والعقیدۃ ہیں ان کی روشن عقیدگی میں سنی علماء کرام کو ذرہ بھر شبہ نہیں ہے۔ مخالفین نے تو ان کے خلاف پروپیگنڈہ اس لیے کیا کہ وہ سنیت کی ترجمانی کر رہے تھے جو انہیں برداشت نہ تھی لیکن نجانے بہت سارے پیر صاحبان اور مولوی صاحبان کی عقل پر کیوں پردہ آ گیا کہ انہوں نے مخالفین سے بھی زیادہ کردار ادا کیا اور اسلام اور سنیت پر وہ ظلم کیا گیا کہ الامان والحفیظ۔

اس لیے اگر یہ انصاف پسند حضرات مولانا پر گستاخی کا الزام اور بہتان عظیم اور فتوے لگانے والے واقعی انصاف پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے غور کریں تو انہیں بخوبی معلوم ہو جائے کہ اصل جرم کس کا ہے اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف غلیظ تبرا کا سبب مولانا کا عقیدۂ اہل سنت بیان کرنا ہے یا ان انصاف پسند دردمند حضرات کا حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خطا کار اور غلط کہنے اور انتہائی مذموم جسارت کرنے کا مولانا پر الزام لگانا ہے؟

عظیم اجتماعات میں مولانا کے ان دونوں بیانات ہونے اور ان پر تین ماہ گزرنے تک مسلکِ حق کی یہ ترجمانی کسی فتنہ اور تبرا کا سبب نہیں بنی پھر اس کے بعد ان پر گستاخی کرنے کا الزام اور وہ بھی بصورت طوفان، دین مصطفیٰ پر ظلم عظیم ہے اور بعض حضرات خلفاء راشدین علیہم الرضوان پر تبرا کا سبب بھی۔ اس کے بعد بدعقیدگی کو جو تقویت اور رواج ملا ہے

وہ بھی بصورتِ طوفان ہے، **نعوذ باللہ من ذلك** ۔جہلاءِ سنیت ترک کر کے رافضی بن رہے ہیں جس کا اعتراف ان محققین کو بھی ہے اور مسلک اہل سنت سے وہ غداری ہو رہی ہے کہ اللہ کی پناہ۔روافض کی مجالس میں تقریریں کر رہے ہیں اور بینروں پر لکھا ہوا ہے سنیوں کا بادشاہ۔۔۔۔**لا حول ولا قوۃ الا باللہ**۔

بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کی انتہائی گستاخی کرنے والوں کے ساتھ نظریاتی اتحاد اور اتفاق کر چکے ہیں اور اُنہی کی بولی بول رہے ہیں اس کے باوجود سنیت کے ترجمان سے متعارف کرائے جا رہے ہیں۔ **نعوذ باللہ من شرورھم**۔علانیہ روافض سے شیر وشکر ہیں جبکہ علمائے اہل سنت کے دشمن ہیں اس کے باوجود مشائخ اہل سنت کہلاتے ہیں۔ **نعوذ باللہ من ذلك**۔اہل سنت کے اجماعی اور قطعی عقائد بیان کرنے پر صرف سنیت ہی نہیں بلکہ اسلام سے خارج ہونے کے فتوے دے رہے ہیں اس کے باوجود علماء و مشائخ اہل سنت بھی ہیں۔**انا للہ وانا الیہ راجعون**۔

افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرنے اور حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان پر طعن و تشنیع اور تبرا کرنے سے منع کرنے پر سنی علماء وفضلاء کرام کو منصبِ امامت وخطابت سے برطرف کیا جا رہا ہے اور وجہ یہ بتائی جا رہی ہے کہ ہمارے پیر صاحب کا حکم ہے کہ جو لوگ ہمارے عقیدہ پر نہیں ہیں وہ ہمارے منبروں سے ہٹا دیئے جائیں۔اس کے باوجود وہ پیر صاحب مشائخ اہل سنت سے ہے۔**نعوذ باللہ من ذلك**۔

یہ صرف ایک نمونہ ہے ورنہ اسلام پر ظلم کی یہ داستان طویل ہے۔کیا سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی کا الزام اور بہتان کوئی معمولی سا مسئلہ ہے؟ جبکہ نفس الامر اور واقع میں ان بیانات میں ہرگز ہرگز گستاخی نہیں کی گئی اور نہ ہی مولانا گستاخی

کا سوچ بھی سکتے ہیں۔کیا قرآن وحدیث کے ارشادات عالیہ،ان لوگوں کے پیش نظر نہیں ہیں؟ کیا شریعت ان پر لاگو نہیں ہے؟

حضرت مولانا محمد اشرف آصف جلالی زید مجدہ پر سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی کرنے کا الزام اور وہ بھی بصورت طوفان اور اسلام اور سنیت پر ظلم عظیم کے اس جرم کو اسلام کبھی معاف نہیں کر سکتا،اس لیے کہ شرعی اصول کے خلاف محض اپنے ذوق اور رائے کے فیصلہ کو شرعی فیصلہ قرار دے کر دینِ مصطفیٰ پر بہتان باندھا گیا ہے۔

کیا دینِ مصطفیٰ اور شریعت مطہرہ کا احترام فرض نہیں ہے کہ حکم شرعی قطعی کے خلاف کو غیر صواب اور خطا اور غلطی (وہ بھی اجتہادی) کہنے پر کفر کے فتوے لگائے جا رہے ہیں؟ اور شیعہ اور روافض کی خلیفۃ الرسول امام الاتقیاء سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر انتہائی غلیظ تبرا بازی کی طرح قرار دیا جا رہا ہے، کہ اب الزام کسے دیں اور غلط کسے کہیں اور دفاع کیسے کریں؟ کے تبصرے کیے جا رہے ہیں۔**انا للہ وانا الیہ راجعون**۔

شکوہ ہے کہ فلاں شہزادے کی نہیں مانی،فلاں پیر صاحب کی نہیں مانی،فلاں حضرت صاحب کی نہیں مانی،انہوں نے توبہ اور رجوع نہیں کیا۔

گزارش ہے کہ جب مولانا نے اہل سنت کا اجماعی اور قطعی عقیدہ بیان کیا ہے جو حکم شرعی قطعی (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مالی میراث نہ ہونے) پر ایمان کے لوازم سے ہے اور یہ حکم شرعی قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ مذہبِ اہل سنت سے ہے،سنیت اور رافضیت کے درمیان مابہ الامتیاز ہے۔اس سے توبہ اور رجوع کا مطلب سنیت سے توبہ اور رجوع کر کے رافضیت اختیار کرنا ہے۔**نعوذ باللہ من ذلك**۔

جب ان پیر صاحبان اور ان کے محققین کو اس شرعی نزاکت کا احساس ہی نہیں ہے

تواس عقیدے سے رجوع اور توبہ کی سنگینی کا ادراک کیسے کر سکتے ہیں؟لیکن طوفان برپا کرنے کے لیے شرعاً یہ عذر نہیں بن سکتا۔قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ مذہبِ اہل سنت اور ان کے لوازمات بھی جولوگ ملحوظ نہ رکھیں، ان کے لیے ایسے نازک ترین مسائل میں فتوے صادر کرنے کی اجازت شریعت مطہرہ میں کہاں موجود ہے؟

ضروری وضاحت:

متنازعہ الفاظ کو گستاخی قرار دے کر کفر کے فتوے لگانے والے تمام لوگوں کو ہماری طرف سے دعوت دی جاچکی ہے کہ تحریری دلائل شرعیہ پر اکابر علمائے اہل سنت سے فیصلہ کروائیں اور گستاخی اور کفر کے فتویٰ کی صحت ثابت کریں۔اگر انہیں یقین ہے کہ ان کے فتوے پوری دیانتداری سے شرعی اصول کی روشنی میں لکھے گئے ہیں اور ان میں واقعی شرعی حکم تحریر کیا گیا ہے تو اکابر علمائے اہل سنت سے تحریرات پر شرعی فیصلہ لینے سے کیا مانع ہے؟

اس مسئلہ پر ہماری پہلی تحریر ''محفوظیتِ سیدہ فاطمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا،، ہے اس میں نفس مسئلہ پر دلائل تحریر کر دیئے ہیں جو فی الواقع دو تحریروں کا مجموعہ ہے اور دوسری یہی تحریر ''تحقیقات مسئلہ خطا کا شرعی جائزہ،، ہے۔(اس میں ان تحقیقات کی شرعی حیثیت بیان کی گئی ہے اور ان محققین کی بے اصولی اور سینہ زوری کی کچھ نقاب کشائی کی گئی ہے۔اس میں نفس مسئلہ پر دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی کیونکہ وہ پہلی تحریر میں آچکے ہیں)۔

اور گستاخی اور کفر کا فتویٰ لگانے والے تمام حضرات اپنی تحریرات میں سے جسے زیادہ تحقیقی جانیں پیش کریں اور اگر متعدد تحریرات پیش کرنا ضروری سمجھیں تو بھی ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن ان کی تعیین ضرور کر دیں۔ان تحریرات کا اکابر علمائے اہل سنت کی ایک جماعت بغور مطالعہ کرے اور اس کے بعد ایک مشترکہ تحریری شرعی فیصلہ دے تاکہ سب

کو معلوم ہو جائے کہ غلطی پر کون ہے اور توبہ ورجوع کس پر فرض ہے؟اور یہ بھی واضح ہو جائے کہ اسلام اور سنیت پر ظلم کس نے کیا ہے؟

اکابر علمائے کرام کا انتخاب باہمی مشاورت سے ہوگا، ہم اطلاع کے منتظر ہیں۔

گستاخی اور کفر کا فتویٰ لگانے والے باہمی مشاورت سے نمائندہ تحریر کا انتخاب کر کے اس پر اتفاق کے تصدیقی دستخط کروا کر منظر عام پر لائیں تاکہ بعد میں کوئی پیر صاحب یا مفتی یا ڈاکٹر و مفکر صاحب یہ نہ کہے کہ ہم نے اس تحریر کو نمائندہ تسلیم ہی نہیں کیا تھا اور اگر کسی نے نئی تحریر لکھنی ہے تو وہ چند ایام میں منظر عام پر لائے تاکہ یہ اختلاف ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

مسئلہ خطا میں ایک اور غلط فہمی کا ازالہ:

کافی حضرات نے یہی سمجھ رکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے محض اجتہاد میں اختلاف ہو گیا تھا تو چونکہ دونوں مقدس ہستیاں ہیں اس لیے ہم کسی کو بھی اجتہادی خطا پر نہیں کہہ سکتے ہم یہی کہیں گے نہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا خطا پر تھیں اور نہ ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ غلط تھا۔

جبکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کے محض اجتہاد میں اختلاف نہیں ہوا تھا کہ کسی ایک کے اجتہاد کو خطا کہنا بزعم ان حضرات کے خلاف ادب ہو جائے گا۔حالانکہ اگر ایسا ہی ہوتا تو پھر بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں جس ذات اقدس کے اجتہاد کا خطا ہونا ثابت ہو جاتا اسے خطا قرار دینا بے ادبی ہرگز نہیں ہے جبکہ اس اختلاف کی نوعیت اس سے مختلف ہے اس لیے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محض اپنے اجتہاد کی بنا پر فدک وغیرہ دینے سے انکار نہیں کیا تھا بلکہ حضور نبی کریم ﷺ کی صریح نص:''لا نورث

ما تركنا فهو صدقة''(اور اس مضمون کی دیگر متعدد احادیث نبویہ) جو بشمول سیدنا صدیق اکبر وسیدنا علی مرتضیٰ وسیدنا عباس ودیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی ایک جماعت اور تمام امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنھن نے حضور سید المرسلین ﷺ سے سنی تھی (حوالہ جات ''محفوظیتِ سیدہ فاطمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا،، میں درج کر دیئے ہیں) کی بنیاد پر حکم شرعی قطعی پر عمل کرنا فرض جانتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ کی مالی میراث نہ ہونے پر آپ ﷺ ہی کا فرمان اور فیصلہ سنایا تھا اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے اجتہاد کی بنا پر يُوْصِيْكُمُ اللهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ الآية سے استدلال کر رہی تھیں جبکہ ان کا اجتہاد حضور نبی کریم ﷺ کی صریح نص اور اس سے ثابت شدہ حکم شرعی قطعی کے خلاف تھا جس کی وجہ سے آپ کا اجتہاد باجماع اہل سنت صواب اور درست نہیں تھا۔ مذہبِ حق اہل سنت میں یہ امر قطعی ہے کیونکہ حکم شرعی قطعی پر ایمان فرض ہے جو اس کے خلاف اجتہاد کو خطا مانے بغیر ممکن نہیں ہے۔

ایسے ہی بعض دیگر شخصیات نے بھی غلط فہمی کی بنا پر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرح حضور نبی کریم ﷺ کی مالی میراث ہونا سمجھا۔ سب کی اجتہادی خطا تھی اور ان سب حضرات نے اپنی اجتہادی خطا سے رجوع کر کے حق قبول کر لیا (جیسا کہ محفوظیتِ سیدہ فاطمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں تفصیل آ چکی ہے)

شبہ:

حضرت سیدۂ کائنات کے متعلق آج تک علماء اہل سنت میں سے کسی نے اس قسم کا جملہ نہیں لکھا۔(بلفظہٖ)

جواب:

و باللہ التوفیق: گزارش یہ ہے کہ جب اس جملہ کو گستاخی قرار دے کر اس پر نہایت سخت شرعی حکم لگایا گیا ہے اس لیے قطع نظر اس سے کہ لکھا ہے یا نہیں، دیکھنا یہ ہے کہ یہ جملہ از روئے شرع کیسا ہے؟

و باللہ التوفیق: جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضور نبی کریم ﷺ کی مالی میراث ہونے کے بارے میں موقف اور مطالبہ احادیث نبویہ صحیحہ اور ان سے ثابت شدہ حکم شرعی قطعی کے خلاف تھا اور جو موقف حدیث نبوی صحیح اور اس سے ثابت شدہ حکم شرعی کے خلاف ہو وہ بلاشبہ خطا ہے اور وہ شخص اس موقف میں خطا پر ہے۔

اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں کہے گئے الفاظ میں خطا سے مراد اجتہادی خطا ہے جس کی نسبت بے ادبی اور گستاخی ہرگز نہیں ہے اس لیے کہ وہ گناہ اور معصیت نہیں ہے۔

اور قرآن وحدیث کی روشنی میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جو بھی عظمت اور فضیلت ثابت ہے وہ مسلم ہے لیکن مسئلہ میراث نبوی میں ان کے اجتہاد کا احادیث نبویہ اور ان سے ثابت شدہ حکم شرعی قطعی کے خلاف ہونا ایک حقیقت ثابتہ ہے۔ آپ کے فضائل سے اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اجتہادی خطا ان فضائل کے منافی ہے

شبہ:

ہماری نگاہ سے آج تک کہیں نہیں گزرا کہ اہل سنت میں سے کسی ایک فرد نے بھی سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کے خطا پر ہونے کا قول کیا ہو۔(بلفظہٖ)

جواب:

و باللہ التوفیق: مؤدبانہ گزارش ہے کہ مطالعۂ کتبِ مذہب کے اس اسلوب پر افسوس ہی کیا جاسکتا ہے۔ قطعی اصول مذہب کی روشنی میں جو امر مذہبِ اہل سنت میں قطعی اور اجماعی ہے اس کی نسبت ایسی بات کہنا باعث تعجب ہے، صرف توجہ دلانے کے لیے چند گزارشات سپردِ قلم کی جاتی ہیں:

کیا حضور نبی کریم ﷺ کی مالی میراث نہ ہونا قطعیاتِ اسلام سے نہیں ہے؟ کیا مذہب اہل سنت میں اس حکم شرعی قطعی پر ایمان لانا فرض نہیں ہے؟ کیا اس حکم شرعی قطعی کا انکار روافض کے قطعی عقائد سے نہیں ہے؟ کیا اس حکم شرعی قطعی کے خلاف ہر قول اور موقف کو خطا یقین کرنا فرض نہیں ہے؟ جب باجماع اہل سنت اس حکم شرعی پر ایمان فرض ہے اور ضروریات مذہب اہل سنت سے ہے، اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اجتہاد اور موقف اس حکم شرعی قطعی کے خلاف تھا (جیسے بعض دیگر شخصیات کا بھی) تو اس موقف اور اجتہاد کو خطا جانے بغیر اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اس مسئلہ میں خطا پر ہونا یقین کیے بغیر اس حکم شرعی قطعی پر ایمان کیسے پایا جاسکتا ہے؟ اس کی وضاحت کریں۔

جناب والا جب اس حکم شرعی قطعی کے خلاف کو خطا جانے بغیر اس پر ایمان ہونا ممکن ہی نہیں ہے تو اس سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جیسے مذہب اہل سنت میں اس حکم شرعی قطعی پر ایمان فرض ہے ویسے ہی سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ اجتہادی خطا جس شخص کے علم میں ہے اس پر لازم اور ضروری ہے کہ اس مسئلہ میں آپ کو خطا پر جانے، ورنہ اس کا اس حکم شرعی قطعی پر ایمان متصور ہی نہیں ہوسکتا، جبکہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ اجتہادی خطا تمام ائمۂ اہل سنت کے علم میں ہے تو اس سے ثابت ہوا

کہ تمام ائمۂ اہل سنت کا قطعی عقیدہ ہے کہ سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا رجوع سے پہلے اس مسئلہ میں اجتہادی خطا پر تھیں۔ اس سے نصف النہار کے سورج کی طرح واضح ہوا کہ اس مسئلہ پر تمام ائمۂ اہل سنت کا اجماع ہے اور جب تمام ائمۂ اہل سنت کا اجماع ہی یقینی ہے تو اہل سنت سے کسی ایک فرد کے بھی قول نہ کرنے کا کیا معنیٰ؟

خلاصۂ کلام:

جب باجماع ائمۂ اہل سنت اس حکم شرعی قطعی پر ایمان فرض ہے تو اس کے خلاف ہر قول واعتقاد کو خطا یقین کرنا بھی فرض ہے اور اگر کسی مہربان کو اس حکم شرعی قطعی کے لوازمات بھی معلوم نہیں ہیں اور وہ اپنے آپ کو سنی عالم بھی سمجھتا ہے تو اس پر افسوس ہی کیا جاسکتا ہے۔

شبہ:

اگر آپ کا یہ استدلال تسلیم کرلیا جائے تو اس طرح تو ہر وہ شخص جس کا مطالبہ کما حقہ تسلیم نہ کیا گیا وہ خطا کار قرار پائے گا مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ''رَبِّ اَرِنِیۡ'' کے الفاظ میں دعا کرنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب میں ''لَنۡ تَرٰىنِیۡ'' فرمانا اور اسی طرح حضرت سیدہ کائنات علیہا السلام اور حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا غلام کے مطالبہ پر غلام کی بجائے آپ ﷺ کی طرف سے تسبیحات فاطمہ تعلیم فرمانا، تا آخر۔ (بلفظہٖ)

جواب:

و باللہ التوفیق: معترضین حضرات اصل مسئلہ کی طرف توجہ ہی نہیں کررہے جس کی وجہ سے شبہات میں پڑے ہوئے ہیں۔

جناب والا! حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مطالبہ کما حقہ تسلیم نہ کیے جانے سے اس پر استدلال نہیں کیا گیا کہ آپ مطالبۂ میراثِ نبوی میں خطا پر تھیں، جس سے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال دیدارِ الٰہی میں یا حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنھما کا غلام کے بارے میں سوال کرنے میں خطا پر ہونا لازم آئے، بلکہ مسئلۂ میراث نبوی میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اجتہاد حدیث نبوی ''لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ'' اور اس مضمون کی دیگر احادیث مبارکہ اور ان سے ثابت شدہ حکم شرعی قطعی کے خلاف ثابت ہونے کی وجہ سے کہا گیا ہے کہ: آپ مطالبۂ میراث نبوی میں خطا پر تھیں۔ اس سے عصمت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و دیگر محفوظین کے بارے میں عقیدۂ اہل سنت کے خلاف کچھ لازم نہیں آتا چہ جائیکہ یہ عقیدہ تارتار ہو جائے۔

اور معترض کا یہ کہنا کہ: اس طرح تو ہر وہ شخص جس کا مطالبہ کما حقہ تسلیم نہیں کیا گیا وہ خطا کار قرار پائے گا مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام، تا آخر۔ اس میں ''خطا پر تھیں'' کا ترجمہ ''خطا کار تھیں''، کے ساتھ کرنا سنگین غلطی ہے۔ اس لیے کہ خطا پر تھیں، میں اجتہادی خطا پر ہونا مراد ہے جو گناہ اور معصیت نہیں ہے جبکہ خطا کار کا معنی ہے گنہگار، قصوروار، مجرم، جیسا کہ کتب لغات میں تصریح ہے۔

پیر صاحبان اور ان کے مفتیان کی یہی غلطی اس طوفان کا سبب بنی ہے۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خطا کار کہنا واقعی گستاخی اور بے ادبی ہے، اس لیے اگر یہ کلمہ کہنا کوئی بھی شخص ثابت کر دے تو مولانا فوری طور پر توبہ اور رجوع کریں گے۔ اور اگر کوئی بھی ثابت نہ کر سکے تو خطا کار قرار دینے یا خطا کار کہنے کا الزام اور بہتان لگانے والے تمام لوگوں پر توبہ فرض ہے۔ اسلام اور شریعت سب پر لاگو ہے۔ اتنی بڑی گستاخی کا الزام لگانا کوئی معمولی جرم نہیں ہے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

شبہ:

آپ نے باغ فدک کے مسئلہ پر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دفاع اور اہل سنت کے عقیدۂ معصومیت کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت اعلیٰ گولڑوی سیدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت پیش کی اور اس کی تشریح کرتے ہوئے مخدومۂ کائنات حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کے بارے میں یہ کہنے کی جسارت کر دی کہ معاذ اللہ وہ باغ فدک کے مطالبہ کرنے میں خطا پر تھیں جبکہ امکان خطا اور بات ہے وجود خطا اور۔ مزید یہ کہ بلا دلیل کسی عام مسلمان کو خطا کار قرار دینا بھی اسلام میں کسی صورت درست نہیں ہے چہ جائیکہ سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ''خطا پر تھیں''، کا جملہ بولنا ایک بڑی جسارت ہے۔

واضح رہے کہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب کا مدعی تب ثابت ہوگا جبکہ وہ سیدہ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے وہ خطا تسلیم کریں جو کہ اجتہادی نہ ہو بلکہ مطلقاً خطا ہو اور وہ گناہ ہوتی ہے۔ تبھی تو ان کا موقف ثابت ہوگا کہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا معصومہ نہیں ہیں ورنہ ان کا مدعی ثابت نہیں ہوگا۔ پس یہی تو ہم کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے اپنے مدعی کو ثابت کرنے کے لیے سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے مطلقاً خطا کا لفظ بول کر بہت بڑی جسارت کی ہے، کیونکہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے اور اس سے فرد کامل مراد ہوتا ہے۔ پس انہوں نے یہ جملے بول کر ''کہ وہ خطا پر تھیں، جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں'' خطا کا کوئی گوشہ نہ چھوڑا جسے سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے ثابت نہ کر دیا ہو۔ العیاذ باللہ۔

الجواب:

و باللہ التوفیق: اس شبہ سے واضح ہے کہ معترضین حضرات نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دفاع کرتے ہوئے ان کے دفاع کی خاطر کہا ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا باغ فدک کا مطالبہ کرنے میں ''خطا پر تھیں'' اور ان حضرات کے نزدیک ''خطا پر تھیں،، کا معنی ہے ''خطا کار تھیں''۔

جیسا کہ لکھا ہے: مزید یہ کہ بلا دلیل کسی عام مسلمان کو خطا کار قرار دینا بھی اسلام میں کسی صورت میں درست نہیں ہے، تا آخر۔

جبکہ خطا کار کا معنی ہے: گنہگار، مجرم، قصوروار۔ (عامہ کتب لغات)

اس کے بعد واضح رہے کہ، تا آخر کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کے کلام میں ''خطا پر تھیں،، کا معنی: خطا کار تھیں اور خطا بمعنی گناہ ہونا ثابت کرنے کے لیے دلیل پیش کی ہے جس کا مفہوم و معنی خوب واضح ہے، جب کہ در حقیقت یہ دلیل نہیں ہے بلکہ غلط فہمی کی بنیاد پر ایک مغالطہ اور شبہ ہے (اور ایسے ہی شبہات اور مغالطات کی وجہ سے معترضین نے طوفان برپا کر دیا تھا جس سے اسلام کا ناقابل تلافی نقصان ہوا اور ہو رہا ہے) اس لیے کہ جب مقصود روافض کی تردید ہے اور یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ روافض کے نزدیک معصومین سے اجتہادی خطا نہیں ہو سکتی اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی روافض کے نزدیک معصومہ ہیں تو ان کی اجتہادی خطا ثابت ہونے سے روافض کے عقیدہ کے مطابق ان کا معصوم نہ ہونا نہ صرف ثابت ہو جاتا ہے بلکہ روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک اجتہادی خطا عصمت کے منافی ہے جب کہ مقصود بھی انہیں کے نظریہ کا ابطال ہے لہٰذا ان محققین کا یہ دعویٰ ہے: کہ ڈاکٹر صاحب کا مدعیٰ تب ثابت ہوگا جب وہ

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے خطا بمعنی گناہ تسلیم کریں، سراسر خلطِ مبحث اور ان محققین کی سنگین غلطی ہے۔

اور پھر ''خطا پر تھیں'' میں خطا بمعنی گناہ ہونا ثابت کرنے کے لیے جو دوسری دلیل دی ہے وہ بھی سراسر مغالطہ ہے۔ چنانچہ لکھا: کیونکہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے اور اس سے فرد کامل مراد ہوتا ہے، تا آخر۔

جواباً گزارش ہے کہ لفظِ خطا جو لفظِ مشترک ہے اگرچہ عبارت میں بظاہر مطلق ذکر کیا گیا ہے یعنی اس کے ساتھ اجتہادی کی قید صراحتاً ذکر نہیں کی گئی لیکن کیا سیاق و سباق اور موضوعِ بحث اور متکلم کی نیت اور ارادہ اور اس کا عقیدہ بلکہ اس مسئلہ میں عقیدۂ اہل سنت، یہ تمام امور اس کے معنی کی تعیین کے لیے ناکافی ہیں؟ کیا علی الاطلاق مطلق صوری اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے خواہ کتنے ہی قرائن و شواہد اس کے اطلاق پر جریان کے خلاف موجود ہوں؟ کیا اس مطلق کا وہ فرد مراد ہونا عقلاً اور شرعاً ممنوع ہے جس کی تعیین مذکورہ تمام امور سے ہو رہی ہو؟ کیسی سینہ زوری ہے؟

کیا ایک متقی جید عالم دین کے کلام پر شرعی حکم لگانے کے لیے ان اصول کو ملحوظ رکھنا شرعاً فرض نہیں ہے جن کی رعایت ایک عام مسلمان کے کلام کے لیے بھی ہر مفتی پر فرض ہے؟ بالخصوص جب کہ وہ عالم دین اپنے کلام کی وضاحت بھی بار بار کر چکے ہوں کہ اجتہادی خطا مراد ہے۔ اور اجتہادی خطا پر ہونے کا دعویٰ بلا دلیل نہیں ہے بلکہ از روئے شرع اس مسئلہ کی نفس الامری حقیقت ہی یہی ہے اس لیے کہ اس مسئلہ میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اجتہاد احادیث نبویہ صحیحہ اور ان سے ثابت شدہ حکم شرعی قطعی کے خلاف تھا اور ایسا اجتہاد یقیناً خطا ہے نہ کہ حق و صواب اور ''خطا پر تھیں'' کا ترجمہ ''خطا کار تھیں'' سے کرنا سنگین

غلطی ہے اس لیے کہ متنازعہ الفاظ میں خطا پر ہونے سے مراد اجتہادی خطا پر ہونا ہے جو گناہ اور معصیت ہرگز نہیں ہے۔ لفظ خطا لفظِ مشترک ہے اور لفظِ مشترک کے معنی کی تعیین سیاق وسباق اور دوسرے دلائل وامارات کے ذریعے ہوتی ہے اور یہاں سیاق وسباق اور دوسرے امور سے اس کا معنی واضح ہے کہ خطا بمعنی ضدِ صواب اور نقیض صواب ہے اور اس سے مراد اجتہادی خطا ہے

اور اس جملہ کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان کا مانگنا ازروئے شرع صواب اور درست نہیں تھا وہ اجتہادی خطا پر تھیں کیونکہ مقصود عقیدۂ اہل سنت کا بیان ہے اور وہ یہی ہے اور اگر ان محققین کو اپنی بات کی صحت پر اصرار ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ یہ ضابطہ کہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے اور اس سے فرد کامل مراد ہوتا ہے اگر یہ ضابطہ لفظِ مشترک کے بارے میں بھی ہے تو لفظ قرء مشترک ہے اس کے دو معانی ہیں: طہر اور حیض (کمافی عامۃ کتب الاصول)

اب اگر لفظ قرء مطلق بولا جائے تو طہر اور حیض سے فرد کامل کسے قرار دیا جائے گا جو مراد ہوگا؟ اور اس کا فرد کامل ہونا کیسے ثابت کیا جائے گا اور اس کے اطلاق پر جاری ہونے کا کیا مطلب ہوگا؟ قرآن کریم میں مذکور لفظِ قروء جو قرء کی جمع ہے اس سے مراد کے بارے میں ائمۂ احناف اور شوافع کا اختلاف معروف ہے، تو کیا کسی فریق نے اس کے دو معانی میں سے کسی ایک معنی کے فرد کامل ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے مذہب کے اثبات کے لیے یہ استدلال پیش کیا ہے؟ کیا یہ محققین اپنے بیان کردہ ضابطے کے مطابق ان دو معانی (طہر اور حیض) میں سے ایک کے فرد کامل ہونے کا دعویٰ کرسکتے ہیں؟ اور پھر اس پر ثبوت پیش کرسکتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔

ایسے ہی لفظ ''عین،، مشترک ہے اس کے معانی چالیس سے بھی زیادہ ہیں مثلاً

سورج، سونا، چشمہ، آنکھ، شریف القوم وغیرہ، تو ان معانی سے کونسے معنی کو فرد کامل قرار دیا جائے گا اور اس کا فرد کامل ہونا کیسے ثابت کیا جائے گا؟ اور اگر لفظ عین مطلق بولا جائے تو بتائیں آپ کے بیان کردہ ضابطہ کے مطابق کونسا معنی مراد ہوگا جس کا ہر گوشہ ثابت ہوجائے گا؟ اور اس صورت میں لفظِ قرء اور عین کے اپنے اطلاق پر جاری ہونے سے کیا مراد ہے؟

جب ان دونوں لفظوں کے معانی سے کسی ایک معنی کے فرد کامل ہونے کا دعویٰ کرنے کی جرأت ہی نہ کرسکیں اور اگر دعویٰ کرنے کی دلیری کرہی لیں لیکن تاحیات اس پر ثبوت پیش نہ کرسکیں تو پھر بتائیں تمہارا یہ ضابطہ لفظِ مشترک کو کیسے شامل ہے؟

آخر میں نتیجۂ دلیل یہ لکھا ہے:

پس انہوں نے یہ جملے بول کر ''کہ وہ خطا پر تھیں، جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں'' خطا کا کوئی گوشہ نہ چھوڑا جسے سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے ثابت نہ کردیا ہو۔ العیاذ باللہ۔

الجواب:

اس اسلوبِ تحقیق پر افسوس ہی کیا جاسکتا ہے جب دلیل سراسر تحکم اور سینہ زوری پر مبنی ہے تو اس کا نتیجہ عینِ انصاف کیسے ہوسکتا ہے؟ گزارش ہے کہ بالفرض اگر آج کوئی مخلص مسلمان محض غلط فہمی کی بنا پر اپنے کسی عزیز رشتہ دار کے ترکہ میں اپنے حق میراث کا دعویٰ کرے جبکہ اس کے محجوب ہونے کی وجہ سے فی الواقع ازروئے شرع اس کا حق بنتا ہی نہ ہو تو اس شخص کی نسبت ان محققین کی طرف سے کہا جائے کہ ''یہ شخص مطالبۂ میراث میں خطا پر تھا'' جبکہ یہ شخص نہ مجتہد ہے اور نہ محفوظین سے ہے اور نہ ہی ناجائز طریقے سے مال لینا چاہتا ہے بلکہ اسے محض غلط فہمی ہوگئی جس کی وجہ سے اس نے مطالبہ کردیا، تو کیا یہ کہا جائے گا کہ اس

کے بارے میں مطلق خطا کا لفظ بولا گیا ہے اور مطلق خطا گناہ ہوتی ہے۔

اور جب مطلق بولا جائے تو وہ اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے اور اس سے فرد کامل مراد ہوتا ہے پس انہوں نے یہ جملہ بول کر ''کہ یہ شخص مطالبۂ میراث میں خطا پر تھا'' خطا کا کوئی گوشہ نہ چھوڑا جسے اس شخص کے لیے ثابت نہ کر دیا ہو، تو کیا یہ محققین اس بات کی تصویب وتصدیق ازروئے شرع درست یقین کرتے ہیں؟

جب ایک عام مخلص مسلمان نے غلط فہمی کی بنا پر اپنا حق میراث سمجھتے ہوئے تقاضا کیا لیکن جب اسے حکم شرع سے آگاہ کیا گیا تو اس نے سرِ تسلیم خم کر لیا تو اس کے بارے میں ان محققین کی طرف سے اگر یہی جملہ کہہ دیا جائے تو اس جملہ کا یہ مطلب ان محققین کے نزدیک بھی قابلِ قبول نہیں ہوسکتا۔ تو کیا ایک جید عالم دین نے سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں جب یہ جملہ بولا ہے تو اس کا یہ مطلب اہل علم کے نزدیک کیونکر قابل قبول ہوسکتا ہے؟ جب کہ اس عالم دین کا مقصود بھی عقیدۂ اہل سنت کا بیان ہے اور وہ سیدہ پاک کو مجتہدہ اور جملہ محفوظین سے بھی جانتے ہیں۔

اور بالفرض اگر ان محققین کے نزدیک ایک عام مخلص متقی مسلمان کے بارے میں بولے گئے اس جملے کا مطلب بھی یہی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے حضور ان کے لیے دعا ہی کر سکتے ہیں اس لیے کہ اس شخص نے نہ تو اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کا قصد کیا ہے اور نہ ہی شریعت مطہرہ کے خلاف تقاضا اور مطالبہ کی جرأت اور دلیری کا حوصلہ رکھتا ہے بلکہ محض نیک نیتی سے شرعاً اپنا حق سمجھتے ہوئے تقاضا کیا ہے لیکن فی الواقع اسے غلط فہمی ہوگئی کیونکہ بوجہ دوسرے وارث کے موجود ہونے کے یہ مجوب ہو چکا تھا جب کہ اسے یہ مسئلہ معلوم نہ تھا اور حکم شرع معلوم ہونے پر اپنے مطالبہ سے فوراً دست بردار ہو گیا اور ایسے ہی

حجبِ نقصان کی صورت بھی ہوسکتی ہے کہ اس نے غلط فہمی سے پورے حصے کا تقاضا کیا جبکہ دوسرے وارث کے موجود ہونے کی وجہ سے اس کا حصہ کم ہو چکا تھا۔ تو اب پہلا شخص مطالبۂ میراث میں خطا پر تھا اور دوسرا پورے حصہ کا مطالبہ کرنے میں خطا پر تھا تو اس کا یہی معنی ہے کہ ان کا مطالبہ ازروئے شرع صواب اور درست نہیں تھا۔

وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

متنازعہ الفاظ کو خطائے معصیت اور گستاخی ثابت کرنے میں معترضین محققین سے سنگین غلطی:

بعض حضرات نے متنازعہ الفاظ کا معنی خطائے معصیت اور گستاخی ہونا اصول کی رو سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مطلق کے اپنے اطلاق پر جاری ہونے اور اس سے فرد کامل مراد ہونے سے متنازعہ الفاظ کا معنی خطائے معصیت اور گستاخی ہونا، ثابت کرنا ان کی سنگین غلطی ہے۔

اس حوالہ سے کچھ معروضات پیش کی جا چکی ہیں اب ان حضرات کی مزید تشفی اور اتمام حجت کے لیے اصول سے استدلال میں ان کی غلطی کی وضاحت کی جاتی ہے ان کے اخلاص سے اُمید ہے کہ آگاہی کے بعد اپنی غلطی سے رجوع اور قبول حق میں تاخیر نہیں کریں گے

و باللہ التوفیق: کتب اصول میں مطلق ومقید کے احکام کا بیان ہے تو لفظ مشترک کا حکم بھی بیان کیا گیا ہے اس لیے تمام اصول کی رعایت لازم وضروری ہے کسی کو نظر انداز کرنا اصول کی خلاف ورزی ہے۔ اور جہاں احکام کی رعایت کے لیے ترتیب متعین ہے تو اس کی مخالفت کی رخصت بھی کسی کے لیے نہیں ہے ورنہ بے اصولی کا ارتکاب لازم آئے گا جیسا کہ معترضین حضرات اصول کا حوالہ بھی دے رہے ہیں اور اصول کی خلاف ورزی بھی

کیے جارہے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالارادہ ایسا کررہے ہیں یا غلط فہمی کا شکار ہیں۔

مطلق ومقیداور مشترک کی تعریف وحکم کا مختصر بیان:

المطلق هوالمتعرض للذات دون الصفات لا بالنفی و لا بالإثبات والمقيدهو المتعرض للذات مع صفة منها۔

(نورالانوار،ص169)

المطلق ضد المقيد فهو ما يدل على واحد غير معين أو ما لم يقيد ببعض صفاته وعوارضه۔ (جامع العلوم278/3)

حكم المطلق أن يجرى على إطلاقه كما أن المقيد على تقييده

(توضیح،جزءاول،ص121)

لا يقال انتم قيدتم الرقبة بالسلامة (إلى أن قال) فأجاب بقوله لأن المطلق لا يتناول ما كان ناقصا فى كونه رقبة و هو فائت جنس المنفعة وهذا ما قال علماؤنا ان المطلق ينصرف إلى الكامل اى الكامل فيما يطلق عليه هذا الإسم كالماء المطلق لا ينصرف إلى ماء الورد فلا يكون حمله على الكامل تقييدا۔ (توضیح،جزءاول،ص127)

أما الإشتراك اللفظى فهو أن يكون اللفظ موضوعا لمعنيين او لمعان بأوضاع متعددة كلفظ العين للباصرة والجارية والذهب و غير ذلك۔

والإشتراك المعنوى أن يكون اللفظ موضوعا لمعنى كلى كالإنسان للحيوان الناطق۔ (جامع العلوم118/1)

حكم المشترك التأمل حتى يترجح أحد معانيه۔

(توضیح جزءاول،ص128)

حكم المشترك التأمل فى نفس الصيغة أو غيرها من الأدلة والامارات ليترجح أحد معنييه أو معانيه۔ (تلویح،ص128)

خلاصہ عبارات منقولہ:

مطلق وہ لفظ ہے جوصرف ذات پر دلالت کرے،صفات پر دلالت نہ کرے،نہ صفات کی نفی اور نہ اثبات۔

مقیدوہ لفظ ہے جوذات کے ساتھ اس کی کسی صفت پر بھی دلالت کرے۔

مطلق وہ لفظ ہے جو واحد غیر معین پر دلالت کرے۔یایوں کہوکہ:

مطلق وہ ہے جو بعض صفات اور عوارض کے ساتھ مقید نہ کیا گیا ہو۔

مطلق،مقید کی ضداور اس کا مقابل ہے۔

مطلق کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے جیسا کہ مقید اپنی تقیید پر جاری ہوتا ہے۔

اس مقام پر احناف پر اعتراض ہوتا ہے کہ تم نے کفارہ کے بارے میں وارد شدہ نص میں رقبہ کو فائت جنسِ المنفعۃ کے عیب سے سالم ہونے کے ساتھ مقید کردیا ہے جو مطلق کے اپنے اطلاق پر جاری ہونے کے حکم کی مخالفت ہے۔

تو اس کا جواب دیا کہ مطلق رقبہ اس کو شامل نہیں ہے جو رقبہ ہونے میں ناقص ہے اور وہ (ناقص) فائت جنسِ المنفعۃ ہے۔

اور یہی مطلب ہے ہمارے علماء کے اس قول کا کہ بیشک مطلق پھرتا ہے کامل کی

طرف یعنی کامل اس میں جس پر یہ اسم اطلاق کیا جاتا ہے، جیسے مطلق پانی گلاب کے پانی کو شامل نہیں ہے، الہٰذا مطلق کو کامل پر محمول کرنا، اسے مقید کرنا نہیں ہے۔

مشترک لفظی وہ لفظ ہے جو دو یا زیادہ معانی کے لیے موضوع ہو متعدد وضع کے ساتھ۔ جیسے لفظ عین متعدد معانی کے لیے موضوع ہے۔

مشترک معنوی وہ لفظ ہے جو معنی کلی کے لیے موضوع ہو جیسے انسان، حیوان ناطق کے لیے موضوع ہے۔

مشترک کا حکم یہ ہے کہ نفسِ صیغہ یا اس کے غیر میں دلائل اور امارات سے، تامل اور غور و فکر کیا جائے گا تا کہ اس کے معانی سے ایک راجح ہو جائے۔

اشتراک اور اطلاق کے اجتماع کی صورت میں ترتیب احکام:

جب مشترک وہ لفظ ہے جو حقائق مختلفہ کے لیے وضع کیا گیا ہے متعدد وضع کے ساتھ یعنی اس کے معانی کی حقیقتیں مختلف ہوتی ہیں۔

اور مطلق وہ لفظ ہے جو واحد غیر معین پر دلالت کرے صفات پر دلالت نہ کرے یعنی اس کا مدلول اور معنی اپنی بعض صفات اور عوارض سے مقید نہیں ہوتا۔

مطلق صرف ذات پر دلالت کرتا ہے اور وہ بھی فرد غیر معین پر۔

اب اگر کسی لفظ میں اشتراک اور اطلاق جمع ہو جائیں یعنی لفظ مشترک مطلق ذکر کیا جائے تو اہل علم پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے کہ مشترک ہونے کے حوالے سے جو حکم ہے پہلے وہ ملحوظ ہوگا پھر مطلق ہونے کے حوالے سے جو حکم ہے وہ ملحوظ ہوگا۔ اس لیے پہلے نفسِ صیغہ میں یا اس کے غیر دیگر دلائل و امارات میں تامل کیا جائے گا یہاں تک مشترک کے معانی سے ایک معنی راجح ہو جائے۔ پھر دیکھا جائے گا کہ وہ معنی اپنی بعض صفات اور عوارض کے ساتھ

مقید ہے یا مطلق ہے کہ صفات اور عوارض کا بیان ہرگز نہیں ہے نہ صفات کی نفی اور نہ ہی اثبات۔ اس لیے کہ محل کلام اور موضوع بحث صرف مطلق نہیں ہے بلکہ لفظ مشترک مطلق ہے اور مشترک کے معانی، حقائق مختلفہ ہیں۔

اور مطلق واحد غیر معین پر دلالت کرتا ہے تو جب تک ایک حقیقت کا تعین نہیں ہوگا تو کیسے حکم لگایا جا سکتا ہے کہ فلاں حقیقت کا فرد غیر معین مراد ہے؟ اس سے واضح ہوا کہ لفظِ مشترک کے معنی کا تعین پہلے ہوگا۔ جب ایک حقیقت متعین ہو جائے گی تو پھر اطلاق و تقیید پر نظر کی جائے گی کہ بعض صفات اور عوارض سے مقید ہے یا نہیں۔ جب تک مشترک کا معنی متعین نہیں ہوگا تو مرادی اور مقصودی معنی پر مطلق یا مقید ہونے کا حکم صادر کرنا متصور ہی نہیں ہو سکتا۔

اور مطلق کے اپنے اطلاق پر جاری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے واحد غیر معین ہی مراد ہوگا۔ اور مطلق کے کامل کی طرف انصراف یا یوں کہو کہ: مطلق سے فرد کامل مراد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کامل ہو جس پر یہ اسم اطلاق کیا جاتا ہے مثلاً باب کفارہ میں ''فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ'' میں رقبہ سے مراد وہ غلام یا باندی ہے جس کے ہاتھ یا پاؤں کٹے ہوئے نہ ہوں وہ فائتِ جنسِ المنفعۃ نہ ہو مثلاً نابینا نہ ہو۔

فرد کامل سے مراد یہ نہیں ہے کہ تمام غلاموں اور باندیوں میں سے کامل ہو۔ مثلاً کہا جائے ''رَأَيْتُ عَيْنًا'' تو اس میں اشتراک اور اطلاق کا اجتماع ہے لفظ عین مشترک ہے اس کے معانی کثیرہ ہیں اور مطلق بولا گیا ہے۔

تو مشترک ہونے کے حوالے سے جو حکم ہے وہ پہلے ملحوظ ہوگا کہ نفس صیغہ اور دوسرے دلائل و امارات میں تامل اور غور و فکر کیا جائے گا تا کہ لفظ عین کا ایک معنی راجح

ہو جائے مثلاً جب سیاق وسباق سے واضح ہو جائے کہ اس کلام میں عین بمعنی چشمہ ہے تو پھر مطلق کا حکم ملحوظ ہوگا کہ ایک غیر معین چشمہ مراد ہے چھوٹا یا بڑا، میٹھا یا کھاری ہونے کی کسی صفت کے ساتھ مقید نہیں ہے علی ھذا القیاس۔

متنازعہ الفاظ ''خطا پر تھیں جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں۔''

میں لفظ خطا مشترک ہے جو بظاہر مطلق بولا گیا ہے تو اس میں بھی ترتیب مذکور کے مطابق رعایتِ حکم لازم وضروری ہے۔ پہلے مشترک کے حکم کے مطابق نفس صیغہ، سیاق وسباق اور دوسرے دلائل میں تامل کرنے سے نہ صرف ثابت ہوا بلکہ روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے کہ یہاں خطا بمعنی ضد صواب اور نقیض صواب ہے اور اس سے مراد اجتہادی خطا ہے۔ (دلائل کی تفصیل گزر چکی ہے) اس سے ثابت ہو گیا کہ لفظ خطا سے مطلق خطا مراد نہیں ہے جو خطائے معصیت اور اجتہادی خطا دونوں پر صادق آتی ہے۔

اور متنازعہ الفاظ میں لفظ خطا کے معنی کے تعین کے بعد اس کا حال ''رَأَیْتُ عَیْنًا'' جیسا نہیں ہے اس لیے کہ عین بمعنی چشمہ متعین ہونے کے بعد بھی عین مطلق ہے یعنی غیر معین چشمہ مراد ہے جبکہ متنازعہ الفاظ کے سیاق وسباق میں تصریح ہے کہ فدک مانگنے میں خطا پر ہونا مراد ہے۔

جیسا کہ کہا ہے: جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں لیکن جب آگے سے حدیث آئی تو ان کی یہ شان ہے تا آخر۔ جبکہ اس سے قبل عبارت میں مطالبۂ فدک کی تصریح بھی موجود ہے تو اس سے یہ بھی متعین ہو گیا کہ اجتہادی خطا بھی مطالبۂ میراث نبوی یعنی فدک وغیرہ مانگنے میں مراد ہے نہ کہ کسی غیر معین مسئلہ میں اجتہادی خطا۔ تو اب یہ اجتہادی خطا بھی مطلق نہ رہی بلکہ مقید اور معین ہو گئی۔

جب سیاق وسباق اور موضوع بحث اور عقیدۂ اہل سنت کا بیان، ان تمام اُمور سے نصف النہار کے سورج کی طرح واضح اور روشن ہو گیا کہ متنازعہ الفاظ میں اجتہادی خطا مراد ہے مطلق خطا مراد نہیں ہے کیونکہ مطلق وہ ہوتا ہے جو واحد غیر معین پر دلالت کرے جبکہ یہ خطا معین ہے کہ اجتہادی خطا ہے۔

مطلق وہ ہوتا ہے جو صرف ذات پر دلالت کرے صفات پر دلالت نہ کرے جبکہ اس جگہ اجتہادی ہونے کی صفت بھی روز روشن کی طرح واضح ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ اس بیان سے واضح ہوا کہ ظاہر الفاظ سے سامعین کو شبہ لگ رہا تھا کہ لفظ مشترک (خطا) مطلق بولا گیا ہے لیکن دلائل وقرائن سے ثابت ہو گیا کہ درحقیقت مطلق نہیں ہے کیونکہ لفظ مشترک کا ایک معنی معین (اجتہادی خطا) مراد ہے اور اس معنی کا بھی ایک فرد معین ہے یعنی اجتہادی خطا بھی مسئلۂ میراث نبوی میں ہے۔ لہٰذا اجتہادی خطا بھی مطلق نہیں ہے بلکہ مقید ہے۔ و للہ الحمد

اس سے ثابت ہوا کہ لفظ خطا، مطلق ہونے کی بنیاد پر جو گستاخی اور توہین ہونے اور پھر اس پر سنگین فتوے کی عمارت تعمیر کی گئی ہے وہ ان مفتیان اور محققین کی سنگین غلطی ہے۔ ان حضرات کی عجیب سینہ زوری ہے کہ لفظ خطا جو لفظ مشترک ہے اس کے مطلق ہونے کا حوالہ بھی دے رہے ہیں اور مطلق کا حکم بھی بیان کر رہے ہیں کہ اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے جبکہ سینہ زوری سے لفظ خطا کے معانی سے ایک معنی کی تعیین بھی کر رہے ہیں یعنی خطا سے خطائے معصیت مراد ہونے پر بھی مصر اور بضد ہیں۔

لفظ خطا کے مطلق ہونے کا دعوی کرنا اور اس کا معنی ومدلول خطائے معصیت ہی ہونے کا حکم صادر کرنا عجیب خبط ہے کیا مطلق یہی ہوتا ہے کہ اس سے مراد واحد معین ہوتا ہے؟

کیا مطلق یہی ہوتا ہے کہ اس کا معنی ومدلول اپنی ایک صفت کے ساتھ مقید ہوتا ہے جیسا کہ متنازعہ الفاظ کے بارے میں خطا کے ساتھ معصیت کی قید ملحوظ ہونے اور خطائے معصیت معنی اور مدلول ہونے پر اصرار کیا جارہا ہے؟

ان محققین کی الٹی منطق ہے کہ بقلم خود یہ بھی لکھا ہے کہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے اور یہ بھی لکھا ہے لفظ خطا مطلق بولا گیا ہے۔ اس کے باوجود اس پر بھی بضد ہیں کہ اس سے مراد وہ خطا ہے جو اجتہادی نہ ہو اور وہ گناہ ہوتی ہے۔

کیا اجتہادی خطا اور خطائے معصیت خطا (مطلق خطا) کی اصناف اور باہمی قسیم اور مقابل نہیں ہیں؟

کیا مطلق خطا دونوں کو عام اور شامل نہیں ہے؟

کیا دونوں علی سبیل البدل لفظ خطا کے مدلول نہیں ہیں؟

جب بقول ان محققین کے لفظ خطا مطلق بولا گیا ہے اور یہ بھی اصل اور ضابطہ ہے کہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے یعنی اس سے مراد واحد غیر معین ہی ہوتا ہے اور وہ بھی ناقص نہیں بلکہ کامل، اور لفظ خطا کے مشترک ہونے کا اقرار بھی بقلم خود کر چکے ہیں اس سب کچھ کے باوجود نہ مشترک کے حکم کی پرواکر رہے ہیں اور نہ ہی مطلق کے حکم کی۔ صرف اصطلاحات لکھ کر دھوکا دہی سے سینہ زوری کر رہے ہیں کہ سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف اس خطا کی نسبت کی ہے جو گناہ اور معصیت ہوتی ہے۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ و نعوذ باللہ من ذلک۔

سوال یہ ہے کہ سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مطالبۂ فدک کے بارے میں کہنا: خطا پر تھیں، جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں۔

اور اس سے اجتہادی خطا پر ہونے کا ارادہ کرنا، کیا شرعاً ممنوع ہے یا عقلاً باطل ہے یا لغۃً درست نہیں ہے یا عرفاً ممنوع اور ناجائز ہے؟ اور پھر یہ عرف اہل علم کا ہے یا جہلاء کا یا عرف عام ہے اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے علماء وجہلاء سب شریک ہیں؟

جب نہ شرعاً ممنوع ہے اور نہ ہی عقلاً باطل ہے اور نہ ہی لغۃً نادرست ہے اور نہ اہل علم کا کوئی ایسا عرف ہے جس کی وجہ سے خطا سے اجتہادی خطا کا ارادہ ممنوع ہو بلکہ علماء اعلام کے کلام میں تو خطا کے لفظ سے اجتہادی خطا مراد ہونا، ثابت ہے۔ تو مذکورہ الفاظ بولنے کی وجہ سے ایک جید عالم دین پر سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین اور گستاخی کرنے کا بہتان لگانا اور کفر کے فتوے صادر کرنا، شریعت مطہرہ پر افتراء اور بہتان نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اور بالفرض اگر جہلاء اس سے اجتہادی خطا نہیں سمجھتے تو کیا ان کی جہالت کی وجہ سے علماء کرام پر گستاخی اور کفر کے فتوے جائز ہو جائیں گے؟ **نعوذ باللہ من ذلک**۔

ضروری تنبیہ:

یہ امر بھی ملحوظ رہے جو اصول وضوابط اور احکام ائمۂ اعلام نے احکام سے متعلقہ قرآن وحدیث کی نصوص کے بارے میں بیان کیے ہیں جن کی فصاحت وبلاغت اور جامعیت کی عظمت وراء الوراء ہے ان محققین نے وہ ایک عالم دین کے اردو جملے پر لاگو کیے ہیں اور گستاخی ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ حالانکہ فصاحت وبلاغت اور جامعیت کے اعتبار سے اس جملے کو قرآن وحدیث کی نصوص سے کیا نسبت ہے؟

کیا ایک عالم دین کے اردو کلام میں فصاحت و بلاغت اور جامعیت کا وہی معیار ہے جو قرآن وحدیث کی نصوص واردہ در احکام کا ہے؟ کیا ان محققین سے اگر کوئی صاحب کہے: ''رَأَیْتُ اِنْسَانًا''، کہ میں نے ایک (غیر معین) انسان دیکھا ہے۔ اس میں انسان

مطلق بولا ہے توکیاان معترضین کے نزدیک اس کا یہی مطلب ہے کہ دیکھنے والے نے انسان کے فرد کامل کے دیکھنے کی خبر دی ہے؟

کیا اگر کوئی شخص ایک نابینا انسان کو دیکھے یا ہاتھ اور پاؤں سے معذور کو دیکھے تو ''رَأَیتُ اِنْسَانًا،، کہنا درست نہیں ہوگا۔کیونکہ مطلق سے فرد کامل مراد ہوتا ہے؟ بالیقین درست ہے جبکہ باب کفارہ میں ''تَحرِیرُ رَقَبَۃ،، میں نابینا یا ہاتھ اور پاؤں سے معذور کو آزاد کرنا کافی نہیں ہے۔

اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوا نہ عربی محاورات اور مکالمات میں یہ باریکیاں ملحوظ ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے اور نہ ہی ان کے تراجم اور اُردو محاورات اور جملوں میں،تو پھر اس عالم دین کے الفاظ کے بارے میں اس طرح رنگ بھرنے کا کیا جواز ہے؟

کہ:''پس انہوں نے یہ جملے بول کر۔۔۔خطا کا کوئی گوشہ نہ چھوڑا جسے سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے ثابت نہ کر دیا ہو،،**العیاذ باللہ۔**

نیز معترضین کا یہ کہنا:''کہ مطلق خطا گناہ ہوتی ہے کیونکہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے اور اس سے فرد کامل مراد ہوتا ہے،،سراسر تضاد بیانی ہے۔اس لیے کہ مطلق کے اپنے اطلاق پر جاری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا مدلول اور معنی ہمیشہ مطلق ہی ہوتا ہے یعنی واحد غیر معین ہی مراد ہوتا ہے مقید نہیں ہوتا جبکہ یہ محققین مطلق خطا کا معنی خطا غیر معین بتانے کی بجائے خطائے معصیت یعنی مقید خطا قرار دے رہے ہیں۔

ان محققین کی تحقیق کو اگر درست تسلیم کیا جائے کہ مطلق خطا گناہ ہوتی ہے کیونکہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے اور اس سے فرد کامل مراد ہوتا ہے،تو یہ اجتہادی خطا کی نسبت خطائے معصیت کو فرد کامل قرار دے رہے ہیں۔اس لیے کہتے ہیں مطلق خطا گناہ

ہوتی ہے۔

تو جواباً گزارش ہے کہ اگر فرد کامل کا یہی مطلب ہے جو معترضین نے سمجھا ہے پھر تو خطا کا فرد کامل مطلق گناہ نہیں بلکہ سب سے بڑا گناہ مراد ہونا چاہیے اور وہ ہے کفر۔لہٰذا ان کو یہ تحقیق پیش کرنی چاہیے کہ مطلق خطا کفر ہوتی ہے **بجمیع انواعہٖ** کیونکہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے اور اس سے فرد کامل مراد ہوتا ہے اور خطا کا فرد کامل سب سے بڑا گناہ ہے جو کفر ہے۔**نعوذ باللہ من ذلك۔**

ان محققین کے اس تحکم اور سینہ زوری کے باوجود بحمد اللہ تعالیٰ اس عالم دین کے کلام سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے اجتہادی خطا ثابت کی ہے جس سے بے ادبی اور گستاخی کا دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔

وللہ الحمد فی الأولیٰ والآخرۃ۔

معترضین محققین کی تضاد بیانی کا ایک منظر:

چنانچہ رقمطراز ہیں:

نیز یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ بُرے معنی والے یہ الفاظ انہوں نے دانستہ نہیں بولے بناءً علیہ شرعاً اس پر 295C وغیرہ جیسی دفعات نہیں لگتیں۔

جبکہ دوسری جگہ لکھا ہے:

''دفاع معصومیت کانفرنس،، نامی اپنے ایک کلپ میں انہوں نے دوٹوک الفاظ میں کہا ہے کہ:

''میں پھر کہتا ہوں میں نے جو بولا تھا سبقت لسانی کی وجہ سے نہیں عظمت ایمانی کی وجہ سے بولا تھا،،۔

نیز ''عقیدہ معصومیت کانفرنس،، نامی کلپ میں کہا:

یہ سبقت لسانی سے نہیں، مسئلہ ایمانی سے نکلا ہے اور فکر قرآنی سے نکلا ہے تو کیسے بدلوں؟

ملاحظہ کرلیں کیسا معیار تحقیق ہے؟ ایک ہی محقق نے بقلم خود اپنی ایک ہی تحریر میں یہ تحقیق پیش فرمائی ہے۔

گزارش ہے کہ اگر معترضین کے نزدیک اس فاضل کے الفاظ برے معنی والے ہیں تو پھر ان پر شرعی حکم صادر کرنے کے لیے یہ کہنا کہ:

یہ الفاظ انہوں نے دانستہ نہیں بولے، تا آخر

جبکہ بقلم خود یہ بھی اپنی اسی تحریر میں لکھ چکے ہیں کہ:

انہوں نے دوٹوک الفاظ میں کہا ہے کہ:

''میں پھر کہتا ہوں میں نے جو بولا تھا سبقت لسانی کی وجہ سے نہیں عظمت ایمانی کی وجہ سے بولا تھا، یہ سبقت لسانی سے نہیں، مسئلۂ ایمانی سے نکلا ہے اور فکر قرآنی سے نکلا ہے تو کیسے بدلوں؟،،۔

ان محققین سے اللہ تعالیٰ ہی پوچھے گا، کیا شرعی حکم صادر کرنے اور فتوی دینے کے لیے تحقیق کا معیار یہی ہونا چاہیے؟ **لا حول و لا قوۃ الا باللہ و نعوذ باللہ من ذلک۔**

کیا اس معیار تحقیق کے ذریعے صادر کیا جانے والا حکم شرعی حکم قرار دیا جائے گا؟ اگر ان محققین کے نزدیک یہ واقعی شرعی حکم ہے تو اس پر انا للہ و انا الیہ راجعون ہی پڑھنا چاہیے۔ کیسا معیار ہے فتوی صادر کرنے کا؟ **اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔**

نیز ان محققین سے گزارش ہے کہ یہ رحم نہ کریں جیسے سینہ زوری سے ان الفاظ کا بولنا کفر قرار دیا ہے ویسے ہی 295C وغیرہ دفعات بھی دوسرے معترضین کی پسند کے مطابق لاگو ہونے کا حکم صادر کریں۔ جب پہلا حکم شرعی اصول کے خلاف محض دھاندلی کے زور پر ہے تو دوسرے حکم کے لیے دھاندلی میں کمزوری کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت کیوں محسوس کی جارہی ہے؟ یا پھر اعلان حق کے لیے جرأت کا مظاہرہ کریں اور دوٹوک الفاظ میں سب کو بتائیں کہ فدک کے مسئلہ میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اجتہادی خطا کا وقوع ہونا اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے اور یہ عقیدہ حکم شرعی قطعی (حضور نبی کریم ﷺ کی مالی میراث نہ ہونے) پر ایمان ہونے کے لیے لازم اور ضروری ہے اور یہی اس فاضل محترم کی مراد ہے۔

اور اگر انصاف کا دامن نہ چھوڑا جائے اور اہل ایمان بالخصوص صاحبِ تقوی علمائے کرام کے بارے میں قرآن وحدیث کی تعلیمات کے مطابق اچھا گمان رکھا جائے تو اس فاضل محترم کے الفاظ سے غلطی اور خطا کا مصداق اور مراد واضح ہے، اس لیے کہ کون سنی عالم دین ایسا ہوسکتا ہے جو اہل سنت کے اجماعی عقیدہ کے خلاف یہ کہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اگر یہ آیت مبارکہ: يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ الآیۃ، بطور دلیل پیش کی تھی تو آپ نے گناہ اور جرم کیا، نعوذ باللہ من ذلک۔

جب ایک عام صحیح العقیدہ مسلمان بھی یہ بات نہیں کہہ سکتا تو ایک جید سنی عالم دین کیسے کہہ سکتا ہے؟ کیا کسی مجتہد کا نیک نیتی اور اخلاص سے کسی شرعی مسئلہ میں اپنے مؤقف پر قرآنی آیت دلیل پیش کرنا، دینی شعور رکھنے والے کسی بھی مخلص مسلمان کے نزدیک گناہ اور جرم ہوسکتا ہے؟ جب نہیں اور ہر گز نہیں تو پھر ایک جید سنی عالم دین کے بارے میں ایسی

بدگمانی کرنے کا شرعاً کیا جواز ہے؟ کیا یہ شریعت مطہرہ کی اتباع ہو رہی ہے کہ پہلے ایک سنی فاضل راسخ فی العلم والعقیدہ کے بارے میں بدگمانی کرو پھر اپنی مرضی سے اس کے کلام کا مطلب گھڑو پھر اس پر اپنی پسند کے فتوے لگاؤ؟

لا حول ولا قوۃ الا باللہ

کیا یہ اصول شرع اور اصول افتاء کی پابندی ہو رہی ہے؟ اگر کسی شرعی مسئلہ کی بابت کسی عظیم صاحبِ علم کے بارے میں کہا جائے کہ وہ اس مسئلہ میں خطا پر تھے یا اس عالم دین نے اگر فلاں آیت اس مسئلہ پر دلیل پیش کی تھی تو اُن سے غلطی ہوگئی، تو کیا اس کا یہ ترجمہ کیا جائے گا کہ اس عظیم صاحبِ علم نے گناہ اور جرم کیا ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ یہی کہا جائے گا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اس عالم دین کا موقف صواب اور درست نہیں تھا۔ اگر انہوں نے یہ دلیل پیش کی تھی تو انہیں غلط فہمی ہوگئی، انہیں غلطی لگ گئی۔ اب اگر یہی بات ایک فاضل نے سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں مسئلہ میراثِ نبوی کے حوالہ سے کہی ہے تو کیا خطا بمعنی ضد صواب اور نادرست اور غلطی بمعنی غلط فہمی تسلیم کرنے اور اس سے اجتہادی خطا مراد لینے کی بجائے خطا اور غلطی بمعنی گناہ اور جرم ہونا واجب ہوگیا اور اسے نہایت سنگین فتوے کی بنیادی وجہ قرار دینا درست ہوگیا؟ **انا للہ و انا الیہ راجعون**۔ کیسا انصاف ہے؟

شبہ:

علمائے اہل سنت کو رافضی یا نیم رافضی کہا ہے۔

جواباً گزارش ہے کہ معترضین حضرات کی یہ سراسر زیادتی ہے، اس لیے کہ ایسا ہرگز نہیں ہے اور انہیں بخوبی معلوم بھی ہے ورنہ ان محققین نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا فتوی بقلم

خود نقل کیا ہے کہ بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کی خطا اجتہادی تھی جس کی وجہ سے اُن پر طعن سخت حرام، اُن کی طرف کوئی کلمہ اس سے زائد گستاخی کا نکالنا بیشک رفض ہے اور خروج از دائرۂ اہل سنت۔ جو کسی صحابی کی شان میں کلمہ طعن و توہین کہے انہیں بُرا جانے، فاسق مانے، اُن میں سے کسی سے بغض رکھے، مطلقاً رافضی ہے۔

ملاحظہ ہو! (فتاویٰ رضویہ جلد 29 صفحہ 260 طبع مذکور) بلفظہٖ۔

جبکہ ان محققین کو اس حقیقت کا بھی بخوبی علم ہے کہ اس مسئلہ میں محترم ڈاکٹر صاحب کے خلاف علانیہ روافض کے علاوہ وہ لوگ بھی تھے جو سنیت کے لبادہ میں ہونے کے باوجود بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بغض کے مرض میں مبتلا ہیں اور ان پر طعن بلکہ صریح گستاخیاں کرنے میں بھی بہت آگے نکل چکے ہیں اُن کی طرف سے ایسی کتابیں بھی لکھی اور لکھوائی جا چکی ہیں جن میں حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں ایسی غلیظ زبان استعمال کی گئی ہے کہ **الامان والحفیظ**۔ تو کیا ایسے لوگ ان محققین کے نزدیک سنی ہیں؟

ان محققین سے گزارش ہے کہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں اپنی شرعی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے اپنی ایمانی غیرت کا مظاہرہ فرمائیں اور ایسے لوگوں کے بارے میں دوٹوک الفاظ میں شرعی حکم تحریری وتقریری صورت میں بیان کریں۔

اب اگر ایسے افراد کے بارے میں ان محققین کا بھی شرعی فیصلہ وہی ہے جو اس فاضل محترم نے کہا ہے تو پھر ان پر اعتراض کرنے کا کیا جواز ہے؟ اور اگر ان محققین کے نزدیک ایسے لوگ واقعی سنی ہیں تو پھر اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتویٰ کا مطلب بتائیں جو بقلم خود نقل کر چکے ہیں؟ کسی حوالے سے تو انصاف کی راہ کی طرف آئیں۔

ہاں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بہت سارے مخلص سنی مولوی صاحبان اور پیر

صاحبان بھی غلط فہمی کی وجہ سے اس سازش کا شکار ہوئے ہیں، ان کے بارے میں رافضی یا نیم رافضی کہنا تو درکنار بدگمانی بھی نہیں ہے۔ البتہ افسوس ضرور ہے کہ یہ حضرات بھی مسئلہ کی اصل نوعیت پر غور کرنے کی زحمت گوارا نہیں کر رہے۔ اس لیے یہ محققین حضرات خواہ مخواہ تمام علمائے اہل سنت پر یہ حکم لاگو نہ کریں جو ایسے ہیں انہیں ہی کہا گیا ہے۔

صدر الشریعۃ حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

عقیدہ: تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اہل خیر وصلاح ہیں اور عادل، اُن کا جب ذکر کیا جائے تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے۔

عقیدہ: کسی صحابی کے ساتھ سوء عقیدت بدمذہبی و گمراہی و استحقاق جہنم ہے کہ وہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ بغض ہے ایسا شخص رافضی ہے اگرچہ چاروں خلفاء کو مانے اور اپنے آپ کو سنی کہے، مثلاً حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد ماجد حضرت ابوسفیان اور والدہ ماجدہ حضرت ہند اسی طرح حضرت سیدنا عمرو بن عاص وحضرت مغیرہ بن شعبہ وحضرت ابوموسی اشعری حتی کہ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے قبل اسلام حضرت سیدنا سید الشہداء حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا اور بعد اسلام اخبث الناس خبیث مسیلمہ کذاب ملعون کو واصل جہنم کیا۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے: کہ میں نے خیر الناس و شر الناس کو قتل کیا۔

ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی تبرا ہے اور اس کا قائل رافضی، اگرچہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی توہین کے مثل نہیں ہوسکتی کہ ان کی توہین بلکہ ان کی خلافت سے انکار ہی فقہائے کرام کے نزدیک کفر ہے۔ (بہار شریعت، حصہ اول ص 38-39)

شبہ: انہیں اس امر کا اعتراف ہے کہ انہوں نے اپنے متنازعہ بیان میں حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مطلق خطا کی نسبت کی تھی۔

جواباً گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ انصاف اور سچی بات کو پسند فرماتا ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنے بیان میں لفظ خطا کے ساتھ اجتہادی کی قید لفظوں میں صریحاً اگرچہ ذکر نہیں کی لیکن سیاق وسباق اور دوسرے دلائل سے اجتہادی خطا ہی مراد ہونا خوب ظاہر ہے۔

تو لفظ خطا کے ساتھ اجتہادی کی قید صراحت کے ساتھ مذکور نہ ہونے کی وجہ سے معترضین نے سینہ زوری سے اسے مطلق خطا کی نسبت کرنا قرار دے دیا پھر اس کا اعتراف کرنے کا مفروضہ قائم کر کے ان کے کھاتے میں ڈال دیا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ کیا یہ محققین ان کی ایسی تقریر یا تحریر پیش کر سکتے ہیں جس میں انہوں نے اعتراف کیا ہے کہ میں نے اپنے بیان میں مطلق خطا کی نسبت کی تھی (جو میری غلطی ہے) میں اس سے رجوع کرتا ہوں اور اب اجتہادی خطا کی نسبت کرتا ہوں؟

حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے لفظِ خطا مطلق بولنے کی بات کی ہے جسے ان محققین نے مطلق خطا کی نسبت کرنے کا اعتراف قرار دے دیا ہے۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔

کیا جب بھی لفظ خطا عبارت میں بظاہر مطلق بولا جائے تو اس سے مطلق خطا مراد ہوتی ہے اگرچہ سیاق وسباق سے اس کا معنی ومدلول خطا معین (اجتہادی خطا) ہونا روز روشن کی طرح واضح ہو؟ نیز انہوں نے اپنی مراد کی وضاحت بھی بارہا مرتبہ کردی ہے جسے یہ محققین بقلم خود بھی نقل کر چکے ہیں اس کے باوجود مطلق خطا کی نسبت کرنے کے دعویٰ سے ترقی کر کے اس کا اعتراف کرنے کا بہتان بھی باندھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ سچ بولنے کی توفیق دے

شبہ: ان کے متنازعہ الفاظ میں خطا سے غلطی مراد لینا ناقابل معافی جرم ہے جبکہ انہوں نے اپنے ایک کلپ میں سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صراحت کے ساتھ غلطی کی نسبت بھی کی ہے۔

جواب: خطا اور غلطی بمعنی گناہ اور معصیت اور سیئہ کی واقعی اس جگہ کوئی گنجائش نہیں ہے اور نہ ہی یہ فاضل محترم کی مراد ہے جیسا کہ ان کے وضاحتی بیانات بھی موجود ہیں۔ اور اس سے اجتہادی خطا اور غلطی بمعنی غلط فہمی اور نادرستی مراد ہونے کی صورت میں کوئی گستاخی لازم نہیں آتی اور یہی ان کی مراد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم معترضین اپنی ہی طرف سے ایسے معانی مراد لینے پر کیوں بضد ہیں جن سے گستاخی لازم آتی ہے؟

شبہ: اس سلسلہ کی ایک بڑی دلیل اور وجہ خود جلالی صاحب کا اپنا اقرار و تسلیم بھی ہے کہ ''خطا پر تھیں'' میں لفظ خطا کو غلطی کے معنی میں لینا جرم ہے جبکہ خود انہوں نے حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف غلطی کی نسبت کی ہے جو اُن کی سخت توہین ہے۔

جواب: انہوں نے اپنے کلام میں لفظِ خطا، غلطی بمعنی گناہ اور سیئہ کے مترادف ہونے سے اپنی براءت کا اظہار و اعلان کیا ہے جیسا کہ ان محققین کے نقل کردہ وضاحتی بیان سے روز روشن کی طرح واضح ہے اور لفظ غلطی کے متعدد معانی ہیں جیسا کہ معترضین نے بھی کتبِ لغات سے نقل کیے ہیں تو انہوں نے اپنے ایک کلپ میں غلطی کا جو لفظ بولا ہے اس سے گناہ اور سیئہ ہرگز مراد نہیں ہے بلکہ غلطی بمعنی غلط فہمی اور نادرستی اور اجتہادی خطا مراد ہے لہٰذا اسے اقرارِ جرم اور تسلیمِ جرم قرار دینا معترضین کی سراسر ناانصافی اور دھوکا دہی ہے اور خلط مبحث ہے اور اسے ایک بڑی دلیل قرار دینا غلطی کے بعد بڑی غلطی ہے اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم

شبہ: جارحانہ اور بے باکانہ انداز جس کا خود ان کو بھی اقرار ہے۔

جواب: أقول: انا للہ و انا الیہ راجعون۔ معترضین کی یہ سراسر زیادتی ہے کہ محض نفرت پھیلانے کے لیے خلاف واقع چیزیں بھی اس سنی فاضل کے

کھاتے میں ڈالے جا رہے ہیں اور صریحاً بہتان باندھ رہے ہیں۔ کون سنی عالم دین یہ جرأت کر سکتا ہے کہ سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں بات کرتے ہوئے بے باکانہ اور جارحانہ انداز اختیار کرے؟ کیا اس کی روشن عقیدگی اس کو گوارا کر سکتی ہے؟

جب یہ گفتگو خطاب کے دوران ہوئی ہے تو جیسا خطاب میں گفتگو کا انداز چل رہا تھا ویسا ہی رہا، اس کو جارحانہ اور بے باکانہ انداز قرار دینا اور پھر اس کا اقرار بھی ان کے کھاتے میں ڈالنا بڑی دلیری ہے۔ گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ سچ کو پسند فرماتا ہے اس لیے سچ کے سوا کچھ نہ کہیں۔

بالخصوص دوسرے جملے میں ''معصوم نہیں تھیں'' کے بعد ''غلطی ہوگئی'' نہایت ہی دھیمے لہجے میں کہا ہے۔ ذرا خطاب سن کر تصدیق کریں۔ ہم نے تصدیق کے لیے متنازعہ الفاظ بمع سیاق و سباق سنے ہیں جس کے بعد اس امر کی تصدیق ہوگئی ہے کہ معترضین کا مقصود اظہارِ حق نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم کس لیے افتراء اور بہتان باندھ کر اپنی تسکین کا سامان کر رہے ہیں۔

ان خطابات کا پسِ منظر بخوبی معلوم ہونے کے باوجود یہ کہہ رہے ہیں کہ:

اس مسئلہ کے بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟

گزارش ہے کہ یہ تو ان حضرات کی بادشاہی ہے ورنہ ان حالات میں اس مسئلہ کا بیان کرنا تو از روئے شرع لازم اور ضروری تھا البتہ جن لوگوں کو علماء حق کے فرائض جاننے کی ضرورت ہی نہیں ہے وہ یہی کہیں گے کہ اس مسئلہ کے بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

کیا عقائد اہل سنت کا تحفظ اور عامۃ المسلمین کو گمراہی سے بچانا بھی ضروری نہیں

ہے؟ کیا روافض کے لیے کھلی چھٹی ہے کہ جیسے چاہیں گمراہ کرتے رہیں؟

نتیجہ کلام یہ ہے کہ ان تحقیقات میں شرعی حکم ہرگز بیان نہیں کیا گیا البتہ شرعی حکم کے نام پر شریعتِ مطہرہ پر افتراء اور بہتان عظیم ضرور باندھا گیا ہے۔ اگر یہ محققین اپنے مصیب ہونے پر بضد ہیں تو ہمدردانہ گزارش ہے کہ اپنے آپ کو عقل کل نہ سمجھیں، اکابر علمائے اہل سنت سے فیصلہ کروالیں تاکہ قبولِ حق ان حضرات کے لیے آسان ہوجائے۔

راقم الحروف نے خیر خواہی کے ارادے سے ان تحقیقات کا شرعی جائزہ پیش کیا ہے ایسے ہی ''محفوظیت سیدہ فاطمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا،، بھی اسی نیت سے لکھی ہے۔ ان دونوں کو پڑھنے کے بعد بفضلہٖ تعالیٰ کوئی انصاف پسند شخص حق قبول کرنے میں تاخیر نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ معترضین حضرات کو بھی اپنی غلطی سے رجوع اور قبول حق کی توفیق بخشے آمین یا رب العالمین، واللہ تعالٰی ورسولہ أعلم

والحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سیّد المرسلین وعلیہم وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین۔

حررہ العبد الفقیر نذیر احمد السیالوی عفی اللہ تعالیٰ عنہ

12 رجب المرجب 1443ھ موافق 2022_02_14

جامعہ محمدیہ معینیہ، فیصل آباد۔ پاکستان